نیکی کی کنجیاں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو مجھ سے یہ کلمات لے کر ان پر عمل کرے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہوں۔ تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پانچوں باتیں گنیں تو فرمایا:

《 اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ 》

[ترمذی: ۲۳۰۵۔ اسناده جيد وزائدة بن نشيط مقبول]

① ...... اللہ تعالیٰ کی تمام حرام کردہ چیزوں سے بچ جاؤ تو تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گا۔

② ...... اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قسمت میں کر دیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ تو تم تمام لوگوں سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔

③ ...... اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک رکھیں تو تم کامل ایمان دار ہو جاؤ گے۔

④ ...... جو کچھ اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسرے لوگوں کے لیے بھی پسند کرو تو تم کامل مسلمان بن جاؤ گے۔

⑤ ...... اور ہنسی کی کثرت سے بچو کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

اعمال وابوابِ خیر

(۲/ ۲۷)......ابواب الخیر: یعنی ایسے راستے جو نیکی تک پہنچا دیں اس سے نوافل مراد ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں رات کی نماز کا بھی ذکر کیا حالاں کہ پہلے فرائض کا ذکر ہو چکا ہے۔ تو معلوم ہوا ابواب الخیر سے مراد نوافل ہیں۔ ان چیزوں کو ابواب الخیر اس لیے کہا گیا کہ یہ اعمال خواہشات نفس کو کمزور کرنے کا باعث ہیں۔ جس طرح روزہ، صدقہ، تہجد وغیرہ اعمال بجالانے والے پر نیکی کا بند دروازہ کھل جاتا ہے یعنی ایسے شخص کے لیے نیکی کے کام انجام دینا آسان ہو جاتا ہے۔

الصوم جنة: یعنی روزہ انسان کے لیے ایسی ڈھال ہے جو اس کو خواہشات نفس سے اور ان گناہوں سے جو جہنم تک پہنچانے والے ہیں بچاتا ہے جس طرح ڈھال دشمن کی تلوار اور نیزوں سے بچاتی ہے۔ کیوں کہ پیٹ کا بھرا رہنا بہت سے گناہوں کا سبب بن جاتا ہے جن کی وجہ سے انسان حق سے پھسل جاتا ہے۔ عبادات کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ شہوانی اور غضبی قوی غالب ہو جاتی ہیں جن سے بہت سی مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

تطفیء الخطیئة: گناہ کو بجھا دیتا ہے یعنی جس طرح آگ بجھ جائے تو اس کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح صدقہ گناہوں کے اثرات کو مٹا دیتا ہے۔ مگر یہ تب ہے جب کہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں اور اگر اس کے ذمہ حقوق العباد سے کچھ ہوا تو یہ نیکیاں اس کے مظالم کے عوض میں اس کے مخاصم کو دی جائیں گی۔

صلٰوۃ الرجل فی جوف اللیل: نصف رات میں نماز تہجد ادا کرنا یہ بھی ابواب الخیر میں سے ایک ہے اور نیک لوگوں کا شعار ہے۔ یہ تمام نوافل سے افضل ہے۔ کیوں کہ یہ نیند کے غلبے کا وقت ہوتا ہے۔

عمودة الصلٰوۃ: یعنی اسلام کا ستون نماز ہے۔ جس طرح خیمہ بغیر ستونوں کے قائم نہیں رہ سکتا اسی طرح دین بھی بغیر نماز کے قائم نہیں ہو سکتا۔

زروۃ سنامه الجهاد: دین کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے یعنی مسلمان کا شہادتین پر ایمان لانا پھر نماز کو دین کا ستون سمجھنا اور جہاد سے اپنے دین کو بلند و بالا کرنا۔

کف علیك هذا: اس سے زبان کو بند رکھو لایعنی کلام اور زیادہ باتیں نہ کرو کیوں کہ جو شخص زیادہ باتیں کرتا ہے وہ جب اکثر طور پر پھسل جائے گا تو اس کے گناہ زیادہ ہوں گے اور اس کی بہت سی دیگر خرابیاں بھی ہیں۔

مناخر: جمع منخر۔ بمعنی: ناک کی سوراخ، جو انسان کے لیے نہایت معزز مقام ہے۔

حصائد السنتهم: ان کی زبانوں کی کٹی ہوئی باتیں۔ منہ سے نکلی باتوں کو درانتی سے کاٹی ہوئی چیز سے تشبیہ دی گئی۔ کیوں کہ درانتی بے عقل چیز ہے جو کٹی ہوئی چیزوں میں تمیز نہیں کر سکتی بلکہ ہر اچھی بری چیز کو کاٹتی جاتی ہے اسی طرح بلا تمیز باتیں کرنے والے لوگ کبھی کفر، شرک، جادو، جھوٹی قسم تہمت و گالی، جھوٹ، غیبت، چغلی اور بہتان وغیرہ زبان سے نکال دیتے ہیں۔

فہرست

محبت مال

﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ o حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ o كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o ﴾

''تمہیں کثرتِ مال میں مقابلے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ ہرگز ایسے نہیں۔ تم جلد ہی جان لوگے۔ پھر ہرگز نہیں۔ تم جلد ہی معلوم کر لوگے۔'' [التکاثر: ١۔٤]

حقیقی دولت مند

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرْضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ» [البخاری: ٦٤٤٦۔ مسلم: ٦/ ٢٩٦١]

''دولت مندی کثرتِ مال ومتاع سے نہیں ہوتی بلکہ حقیقی مال داری دل کی بے نیازی ہے۔''

22 تا 28 فروری 2008ء......(256)......15 صفر المظفر 1429ھ

سفر پر جانے کی دعا کا ترجمہ

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر کر دیا ورنہ ہم اس کو اپنا تابع بنانے کی طاقت رکھنے والے نہیں تھے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری اور ایسے عمل کی توفیق مانگتے ہیں جو تجھے ہم سے راضی کر دے۔ اے اللہ! ہمارا یہ سفر آسان کر دے اور ہمارے لیے اس لمبی مسافت کم کر دے۔ اے اللہ! تو سفر میں ہمارا ساتھ دینے والا ہے اور گھر میں بھی جانشین ہے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے سفر، تھکن کی غمناک کر دینے والے منظر، اور گھر میں اور مال میں واپس آکر تکلیف دہ چیز دیکھنے سے پناہ چاہتے ہیں۔'' [مسلم: ٤٢٥/ ١٣٤٢]

[گزشتہ شمارہ ٧، ص: ٤ کی آخری سطر اس طرح پڑھیں]

اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ

وقت دعا

اداریــــــہ ═══════ حافظ احمد شاکر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ہاتھ سے تخلیق فرمایا، اسے عدم سے وجود میں لا کر بساطِ ارضی پر آباد فرمایا، احسن تقویم قرار دیتے ہوئے اسے اپنی عظیم قوت و علم کا مظہر اور شاہکار فرمایا۔ **فتبارك الله احسن الخالقين**

جب فرشتوں نے جنوں کے سابقہ رویے کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ! یہ مخلوق کہیں فتنہ وفساد اور قتل و غارت گری نہ کرنے لگ جائے! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

خلقت انسانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے مابین تمام مظالم اور ہر قسم کا فتنہ وفساد حرام کر دیا جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمایا: ''میرے بندو! میں نے ظلم اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی اس کو حرام کرتا ہوں لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرنا۔''

اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے، تمام نے آ کر توحید و رسالت اور آخرت پر ایمان کے ساتھ ساتھ عدل واحسان کا سبق پڑھایا۔ یہ قانون بنا دیا کہ آخرت میں ایمان اور عمل صالح ہی جنت اور عیش و آرام کے ضامن ہو سکتے ہیں۔ اس کے بالمقابل فتنہ وفساد اور بداعمالیاں انسان کی تباہی و بربادی کا موجب ہوں گی۔ انبیاء علیہم السلام نے دعوت توحید، ایمان بالرسالہ اور روزِ سزا و جزا پر ایمان کی تلقین کے ساتھ ساتھ ناحق قتل وغارت گری، ظلم و ستم، سود، دھوکا وغیرہ سب کو حرام کر دیا اور فرمایا انسانیت کی اصلاح وفلاح کے لیے یہی ابدی اصول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کو تمام کائنات کے لیے لازم کر دیا یہاں تک کہ حدیث میں آتا ہے کہ بغیر سینگ والی بکری سینگ والی بکری سے بھی انتقام لے گی۔ جب کوئی قوم وحشی ہو کر بربریت اور درندگی کی انتہا کر دے اور زمین کے اطراف واکناف میں ظلم وتعدی عام کر دے تو ربّ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے:

میرے فرشتو! ان فرعونوں، نمرودوں، دجالوں اور ابرہوں کو ملیا میٹ کر دو ان کا گھر بار تباہ و برباد کر دو ان کا نام ونشان اس طرح نیست ونابود کر دو جیسے وہاں کوئی بسا ہی نہیں۔

تو مشو مغرور بر حلمِ خدا ۔۔۔ دیر گیرد سخت گیرد مر ترا
از مکافاتِ عمل غافل مشو ۔۔۔ گندم از گندم بروید جو ز جو

اللہ تعالیٰ نہ نیک لوگوں کے نیک اعمال ضائع کرتا ہے اور نہ بروں کی برائیاں کبھی پوشیدہ ہی رہتی ہیں۔ جو شخص ظلم و ستم کرتے کرتے اس کی انتہا کر دے اور پھر بھی وہ نادم وشرمسار ہونے کے بجائے مزید ستم کے پہاڑ ڈھائے تو بے کسوں کی سسکیاں اور آہیں ساتوں آسمان چیر کر اللہ کے حضور پیش ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے مظلوم! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا چاہے کچھ وقت بعد ہی کیوں نہ ہو۔''

یہ معصوموں کی آہیں کیا یونہی بیکار جائیں گی ۔۔۔ یہی اِک دن زمیں پر آسمانوں کو گرائیں گی

یہ مظلوموں کے آنسو خاک میں کب تک سمائیں گے یہی تو رنگ لائیں گے یہی تو گل کھلائیں گے

جن بچوں اور بچیوں کے باپ، جن بے کس اور بے سہارا عورتوں کے خاوند ظالم حکمرانوں نے دن دہاڑے اغوا کر کے غائب اور لاپتا کر دیئے ہیں ان کے دلوں سے پوچھئے کہ وہ موت وحیات کی جس کشمکش میں مبتلا اور کیسی تلخی حیات سے جی رہے ہیں وہ ہر وقت اس فکر میں پاگل ہوئے جاتے ہیں کہ اللہ جانے ہمارا باپ کس عقوبت خانے میں مبتلائے آزمائش ہے یا اُسے ظلم کی کس چکی میں پیسا جارہا ہے اور نہ جانے وہ کیسی کیسی ہولناک اور اذیت ناک سزاؤں سے دوچار ہے۔ خدا جانے ہمارا باپ، بیٹا، بھائی اور ہمارے گھر کا مالک کبھی واپس آئے گا بھی یا نہیں؟ یہ انتظار کی گھڑیاں ان کے دل کا سکون اور رات کا چین چھین چکی ہیں۔

سرورِ کائنات ﷺ نے تو چڑیا سے اس کے بچوں کو الگ کرنے سے بھی منع فرمایا اور کافر جنگی قیدیوں کو بھی اپنے رشتہ داروں سے جدا نہ کرنے کا حکم دیا۔ مگر یاد رہے کہ ان ظالم اور بے حس حکم رانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی آسمان سے ایسی دہشت ناک موت لے کر آئے گی جو دنیا کے لیے نشانِ عبرت بن جائے گی جو نمرود اور فرعون کی موت جیسی عبرت ناک بھی ہوسکتی ہے۔

ان مظلوم گمنام اور لاپتا افراد کو ڈھونڈنے کے لیے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے ان ظالم حکمرانوں کی حرکات کو جب بے نقاب کیا تو ان ظالموں نے عدلیہ کے ساٹھ جج صاحبان کو منصب قضاء سے فارغ کر دیا اور ان جج صاحبان کو نظر بند کر دیا پھر جب بذریعہ عدالت وہ بحال ہوئے تو دوبارہ انھیں برخاست کر کے اپنی من پسند عدلیہ لے آئے۔ عدلیہ کو بے احترام اور رسوا کرنے کی ایسی مثال آج تک شاید دنیا میں اور کہیں نظر نہ آئے۔

بے گناہوں کو قتل کرنے والے، قرآن پڑھنے والی سینکڑوں طالبات کو بموں اور گولیوں سے اڑا دینے والے ان طلبہ اور طالبات کے اجسادِ خاکی کو تیزاب اور فاسفورس میں جلا اور پگھلا کر ندی نالوں میں پھینکنے والے یہ ظالم لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو میدانِ کربلا بنانے والے یہ فرعون ابھی تو دنیا میں کھا پی رہے ہیں مگر ایک وقت آئے گا جب یہ سب کے سب موت کے شکنجے میں آجائیں گے اس وقت انھیں علم ہوگا کہ

ان بطش ربك لشديد

نبی ﷺ کی گھوڑی سے آگے کوئی گھوڑا بھی نہ نکل سکتا تھا۔ ایک دیہاتی آیا تو اس کا کمزور سا گھوڑا اس سے آگے نکل گیا تو صحابہ کرام غمگین ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ بلندی پر جانے والی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ ضرور نیچا دکھائیں گے۔ آج پوری قوم بحرانوں کی زد میں ہے۔ باجوڑ، وزیرستان، سوات، کراچی اور راولپنڈی اور دیگر شہروں میں بے گناہ مسلمانوں کو ہلاک کیا جارہا ہے۔ وزیرستان اور سوات کے مسلمانوں پر لگاتار لشکر کشی بھی جاری ہے۔ ہماری غفلت، عملی کوتاہیوں بلکہ بداعمالیوں کی وجہ سے وطن عزیز اس وقت آٹا، گھی، گیس، بجلی کے بحرانوں سے دوچار ہے۔ دن دہاڑے ڈاکے، قتل، بے روزگاری سے خودکشیاں اور روز افزوں مہنگائی سے ملکی معیشت تباہی اور بربادی کی زد میں ہے کیوں کہ ہمارے حکم ران لاقانونیت کی پشتیبانی کرتے ہیں۔ بدعنوانی کی بہتات سے رشوت کی جھجک ختم ہوچکی ہے مجرم اوّلاً قابو ہی نہیں آتے جو آجائیں وہ اثر ورسوخ اور سیاست دانوں کی پشت پناہی سے رہا کر دیئے جاتے ہیں اور ان کی جگہ بے گناہوں کی پکڑ دھکڑ عام ہوچکی ہے جس کے باعث بدامنی اور راہزنی کی خبروں سے اخبار بھرے ہوئے ہیں۔

وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سب انفرادی واجتماعی گناہوں خصوصاً شرک، بے حیائی اور سود سے توبہ کریں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر مسلم امہ کے لیے رحم کی بھیک مانگیں۔ خصوصاً وطن عزیز کی بقا، استحکام اور خیر وسلامتی کے لیے اجتماعی دعاؤں کا اہتمام کریں۔

امام عادل اور اسلامی عدل کے نمونے

شیخ عمر فاروق

وَعَنُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنُهَا قَالَتُ: سَمِعُتُ رَسُوُلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ: يَقُوُلُ فِيُ بَيُتِيُ هٰذَا: اَللّٰهُمَّ مَنُ وَلِيَ مِنُ أَمُرِ أُمَّتِيُ شَيُئًا فَشَقَّ عَلَيُهِمُ فَاشُقُقُ عَلَيُهِ، وَمَنُ وَّلِيَ مِنُ أَمُرِ أُمَّتِيُ شَيُئًا فَرَفَقَ بِهِمُ فَارُفُقُ بِهٖ۔

[رواه مسلم۔ رياض الصالحين، رقم الحديث: ٦٦٠]

’’ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اسی گھر میں سنا، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات فرمائے) اے اللہ! جو میری امت کے کسی کام پر حاکم ہوا اور اُن پر سختی کی تو آپ بھی اُس پر سختی فرمائیں اور جو میری امت کے کسی کام پر حاکم ہوا اور اُن سے نرمی سے پیش آئے تو آپ بھی نرمی سے پیش آئیں۔‘‘

اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے، عدل وانصاف کا دستورِ حیات ہے قانون اور ضابطے کا طریق زندگی ہے۔ اخلاق اور مروّت کا منشور ہے کہ جس سے معاشرتی زندگی سنورتی اور نکھرتی ہے۔ پھلتی پھولتی اور نشوونما پاتی ہے۔ اس طرح ایک فلاحی اور مثالی ریاست کی داغ بیل پڑتی ہے۔ گزشتہ درس میں امام عادل اور اسلامی عدل کے نمونے پیش کیے گئے تھے۔ اُسی عادلانہ نظام کے مزید نمونے پیش خدمت ہیں۔

یہ ہے حقیقی جمہوریت:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی جو خطبہ دیا ہے اُس میں اُسی عزم کا اظہار ہے کہ خلافت، عزت واقتدار کا ذریعہ اور راحت وآرام کا وسیلہ بننے پائے گی بلکہ اس کے ذریعہ خلق اللہ کی خدمت کی جائے گی، فرمایا:

’’لوگو! میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں، حالاں کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر برائی کروں تو مجھے درست کردو، اللہ نے چاہا تو تم میں سے کمزور شخص میرے نزدیک طاقت ور ہوگا یہاں تک کہ میں اُسے اُس کا حق دلا دوں اور تمہارا طاقت ور آدمی میری نگاہ میں کمزور ہوگا یہاں تک کہ میں اُس سے دوسروں کا حق دلا دوں، جب تک میں اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کروں تم میری اطاعت کرو، لیکن جب اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں ہے۔‘‘

[مثالی حکمران، مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی]

خدمت خلق کا یہ جذبہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی فطرت میں داخل تھا۔ وہ شروع ہی سے مفلسوں اور بے نواؤں کی دست گیری کرتے تھے۔ مصیبت زدوں کی مدد اور مسافروں کی مہمان نوازی کرتے تھے۔ دشمن بھی اُن کی اِن صفات کے معترف تھے۔

عمال حکومت کو ہدایت:

عمال حکومت کو بھی یہی تاکید کرتے تھے کہ وہ اپنے ماتحتوں اور اپنی رعایا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور حکومت کو حصولِ راحت کا وسیلہ اور عزت واقتدار کا ذریعہ بنانے کے بجائے خدمت خلق کا موقع سمجھیں، تاکید تھی کہ

’’خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اُس کے گناہ معاف کردیتا ہے اور اُس کے اجر میں اضافہ فرماتا ہے۔ اللہ کے بندوں کی خیرخواہی کرو، اپنے دائرہ حکومت میں جنبہ داری اور اقربا نوازی سے پرہیز کرو۔

حکومت کے اثر سے اپنے عزیزوں کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ نفع پہنچانے کی کوشش نہ کرو، اِس سے بہت احتراز کی ضرورت ہے۔ ماتحتوں کے دکھ درد میں شریک رہو ایسا نہ ہو کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہوں اورتم مزے کر رہے ہو۔''

[تاریخ طبری، بحوالہ مثالی حکمران]

خدمت خلق کی انمٹ مثالیں:

عادل حکمران کی خصوصیات میں اللہ کی مخلوق کے ساتھ مروّت اور خدمت کا جذبہ بھی موجود ہوتا ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت ملنے سے پہلے کسی بوڑھی عورت کی بکری کا دودھ دوہ دیا کرتے تھے، خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ایک دن اس کے گھر کے سامنے سے گزرے تو اُس کی چھوٹی بچی باہر کھیل رہی تھی اس نے جو آپ کو دیکھا تو ہنستے ہوئے کہنے لگی:

''یہ اب خلیفہ ہوگئے ہیں اور ہماری بکری نہیں دوہیں گے، یہ الفاظ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑے تو آپ نے فرمایا: ''نہیں، نہیں، میں اب بھی تمہاری بکری کا دودھ دوہا کروں گا۔'' یہ خالی الفاظ ہی نہ تھے بلکہ اپنی بات پر اِس پابندی سے عمل کیا کہ اپنے پورے دورِ خلافت میں برابر یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ سچ ہے ''سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ'' یعنی قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے۔

اِسی طرح ایک اور واقعہ قابل ذکر ہے:

مدینہ منورہ کے اطراف میں ایک بوڑھی اندھی عورت رہتی تھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُس کی کمزوری اور بے بسی پر ترس کھا کر روزانہ صبح کے وقت اُس کے گھر جاتے اور اُس کے ضروری کام کر دیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد انھیں محسوس ہونے لگا کہ کوئی شخص اُن سے بھی پہلے آ کر اس غریب عورت کے گھر یہ خدمت سرانجام دے جاتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فکر ہوئی کہ اس شخص کا پتا لگائیں، چناں چہ ایک دفعہ وہ رات کو اس کے پاس ہی رہے۔ سویرے ہی آ کر کسی گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد انھیں کسی آنے والے کی آہٹ محسوس ہوئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جب وہ کام سے فارغ ہو کر چلے تو ان کے پاس آئے اور فرطِ عقیدت سے کہنے لگے: ''اے خلیفۂ رسول ﷺ آپ خدمت میں سبقت کر جاتے ہیں۔'' [کنز العمال، ج:٦۔ بحوالہ مثالی حکمران]

بے غرضی:

خدمت کے اس شدید جذبہ کے ساتھ بے نفسی اور بے غرضی کا یہ عالم تھا کہ گزر اوقات کے لیے تنخواہ لینا بھی گوارا نہیں تھی۔ خلافت کے بعد لوگوں نے تعجب سے دیکھا کہ اب بھی پیٹھ پر کپڑوں کا پشتارہ لدا ہے اور بازار سے آ جا رہے ہیں اور خرید وفروخت میں مصروف ہیں۔ یہی تجارت ان کا ذریعہ معاش تھی۔ لیکن جب روز بروز خلافت کی ذمہ داریاں بڑھنے لگیں تو لوگوں نے اصرار کیا کہ اب اس ذاتی کاروبار کی گنجائش نہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں مشغولیت رعایا کی دیکھ بھال سے غافل کردے۔ بالآخر پبلک مفاد کی خاطر گزر اوقات کے لیے معمولی سی رقم قبول کرنی پڑی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا:

''میری قوم جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کے لیے کافی تھا۔ لیکن اب جب کہ میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہوں، تو میرا خاندان حسب ضرورت اُن کے مال سے کھائے گا اوران کا کام کرے گا۔''

قلیل مشاہرہ پر گزارہ:

یہ قلیل مشاہرہ کتنا تھا؟ یہ معمولی سا تھا کہ اس میں ان کے اوران کے اہل وعیال کے کپڑے اور کھانا مقرر تھا۔ اُن کو دو چادریں ملتی تھیں، جب وہ بوسیدہ ہوجاتی تھیں تو انھیں واپس کر کے دوسری لے لیتے تھے۔ غذا نہایت ہی معمولی اور کپڑے بہت ہی کم قیمت ہوتے تھے۔ سفر کے موقع پر سواری مہیا کی جاتی تھی۔

انتقال کے وقت:

انتقال کے وقت ایک غلام، ایک اونٹ اور ایک پرانی چادر کے سوا بیت المال کی کوئی اور چیز گھر میں موجود نہ تھی۔ کفن کے لیے بھی آپ نے نیا کپڑا پسند نہ کیا اور فرمایا کہ اس وقت میرے بدن پر جو کپڑا

ہے اُسی کو دھو کر دوسرے دو کپڑوں کے ساتھ کفن دے دینا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''یہ تو پرانا ہے، کفن کے لیے نیا ہونا چاہیے'' فرمایا: زندہ لوگ مُردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حق دار ہیں، میرے لیے یہی پھٹا پرانا کافی ہے۔

[خلفائے راشدین، معین الدین بزولی، بحوالہ طبقات ابن سعد]

امیر المومنین دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں:

امیر المومنین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور اُس وقت گھر میں جو اثاثہ تھا وہ بیت المال میں داخل کر دیا گیا۔ بیت المال سے جو وظیفہ لیتے تھے اگر چہ وہ بہت ہی کم تھا اور نہایت عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے لیکن بایں ہمہ طبیعت کو گوارا نہ ہوا کہ بیت المال کی کوئی رقم بھی اپنی ضروریات میں صرف کریں۔ انتقال کے وقت اس خیال سے طبیعت کو بڑی بے چینی ہوئی اور وصیت کی کہ ان کی ذاتی جائیداد فروخت کر کے یہ رقم بیت المال کو واپس کر دی جائے چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ بات آئی تو آپ آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا: ''اللہ رحم فرمائے، ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بعد والوں کے لیے معاملہ بڑا سخت کر گئے۔''

بیت المال کا جائز مصرف:

لوگوں کی ضروریات کے لیے بیت المال سے وظیفے مقرر کر دیے گئے تھے۔ بیت المال میں جو آمدنی آتی اُسے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے تھے، تقسیم کرنے میں اس کا بڑا خیال رکھتے تھے کہ کسی شخص کو کم نہ ملے۔ جمع کرنے کے بجائے اس کا بڑا اہتمام رہتا تھا کہ جو رقم آئے وہ لوگوں کی حاجت روائی میں صرف کی جائے۔ کبھی کبھی بیت المال کی ساری آمدنی تقسیم کر دیتے تھے اور اُس میں سے ایک حصہ بھی باقی نہ چھوڑتے تھے، اس بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ کے پاس کوئی مال آجاتا تو اُسے تقسیم کرنے میں بڑی عجلت فرماتے۔ ایک مرتبہ بڑی مقدار میں مال آ گیا اور دن بھر تقسیم کے بعد کسی طرح ختم نہ ہو سکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف نہیں لے گئے۔ بالآخر جب دوسرے دن سارا مال ضرورت مندوں تک پہنچ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے اندر قدم رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت زندگی بھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیش نظر رہی اور آپ بھی خزانہ میں ڈھیر لگانے کے بجائے برابر خلق اللہ کی خدمت میں مال صرف کرنے کو ترجیح دیتے رہے۔

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمز غریب
سلطنت اہل دل فقر ہے شاہی نہیں

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُن کے جانشین ہوئے اور اپنے زمانہ خلافت میں سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی طرح حکومت کے فرائض انجام دیئے۔ انھیں نہ کھانے میں لذت کی فکر تھی نہ پوشش میں زینت کا خیال تھا، موٹا جھوٹا کھا کر اور پھٹا پرانا پہن کر زندگی کے دن گزار دینا چاہتے تھے۔ لوگوں نے بارہا نصیحت کی، ہمدردوں نے طرح طرح سے سمجھایا کہ اپنی جان پر رحم کریں اور کچھ اپنے راحت و آرام کا خیال رکھیں لیکن آپ نے کسی کی نہ سنی اور ہمیشہ لوگوں کو یہ کہہ کر لاجواب کر دیا کہ میں اپنے دونوں پیشرو محبوب بزرگوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے نقش قدم پر چل کر زندگی کی یہ منزل طے کرنا چاہتا ہوں تاکہ انہی کی طرح سرخروئی نصیب ہو اور جب یہ سفر حیات تمام ہو تو انہی کے ساتھ قیام نصیب ہو۔

اِک اسوۂ رسولؐ ہے وہ راہِ مستقیم
ہوتے ہیں جس کے سامنے سب راستے فنا
جو بھی عمل خلافِ پیمبر☆ ہے، کفر ہے
ہے طاعت رسولؐ میں ایمان کی بقا
راضی کرو رسولؐ کو سنت کے ضبط سے
اُس کی رضا میں پاؤ گے اللہ کی رضا

☆...... پیمبر فارسی کا لفظ ہے۔ شاعرانہ زبان ہے اور معنی پیغمبر کے ہیں۔

عیش وآرام سے احتراز:

ایک مرتبہ امّ المومنین سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ ؓ نے سیدنا عمر ؓ کے پاس آ کر اس حالت کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ کچھ تو اس سخت اور تکلیف کی زندگی میں نرمی کیجیے۔ اللہ نے جب موقع دیا ہے اور مدینہ منورہ میں مال ودولت کے ڈھیر لگ گئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ اب بھی تکلیف اٹھائیں، آپ مسلمانوں کے امیر ہیں، قیصر وکسریٰ اور دوسرے سلاطین کے وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اُن پر اثر ڈالنے کے لیے بھی اچھی پوشاک کی ضرورت ہے۔ لیکن سیدنا عمر ؓ اس گفتگو سے بالکل متاثر نہ ہوئے اور فرمایا تم دونوں رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہو، تمھیں خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کس عسرت اور بے سروسامانی سے زندگی بسر کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس بات پر افسوس ہے کہ تم مجھے عیش وآرام کا مشورہ دے رہی ہو۔ اے عائشہ ؓ! کیا تمھیں رسول اللہ ﷺ کی حالت یاد نہیں ہے؟ تمھارے یہاں صرف ایک ہی کپڑا تھا، دن کو وہی بچھایا جاتا تھا اور رات کو وہی اوڑھ لیا جاتا تھا۔ اے حفصہ ؓ! کیا تمھیں وہ واقعہ یاد نہیں رہا جب ایک مرتبہ تم نے رسول اللہ ﷺ کا بستر دہرا کر کے بچھا دیا تھا دہرانے کی وجہ سے بستر نرم ہوگیا تھا اس کی نرمی کی وجہ سے اُس رات رسول اللہ ﷺ کو نیند ذرا گہری آئی اور صبح تک سوتے رہے۔ جب سیدنا بلال ؓ نے اذان دی تو اُن کی آواز سے آنکھ کھلی اُس وقت آپ بہت متاثر ہوئے تھے اور اِن الفاظ میں اپنے تاثر کا اظہار فرمایا:

"یَا حَفْصَةَ مَاذَا صَنَعْتِ ثَنَیْتِ الْمِهَادَ حتّٰی ذَهَبَ بِی النَّومُ اِلَی الصَّبَاحِ، مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا وَمَالِیْ شَغَلْتُمُوْنِیْ بِلِیْنِ الْفِرَاشِ۔"

''اے حفصہ! تم نے یہ کیا کیا، تم نے بستر دہرا کر دیا جس کی وجہ سے میری نیند کا سلسلہ صبح تک جاری رہا۔ مجھے دنیا سے کیا سروکار بستر کو نرم کر کے تم نے مجھے غفلت میں کیوں مبتلا کر دیا۔''

بوریا ممنونِ خوابِ راحتش
تاجِ کسریٰ زیرِ پائے اُمتّش
دَر شبستانِ حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید

بوریا اُس کے خوابِ راحت کا احسان مند ہے، اور کسریٰ کا تاج اُس کی امت کے پاؤں تلے ہے۔ اُس نے غارِ حرا میں بندگی رب میں یکسوئی کے ساتھ وقت گزارا اور بطور نتیجہ قوم، آئین اور حکومت کی داغ بیل ڈالی (جس کے نتیجہ میں اسلام کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچا۔)

قومی امانت کا احساس:

سیدنا عمر ؓ کو ایک صحابی ربیع ابن زیاد نے اس جانب توجہ دلائی اور کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے، آپ راحت وآرام کی زندگی بسر کرنے کا سب سے زیادہ حق رکھتے ہیں لیکن سیدنا عمر ؓ نے ربیع کی گفتگو پسند نہیں کی اور جواب دیا کہ امانت میں خیانت جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے قوم کا امین بنایا ہے، مجھے زیبا نہیں کہ میں اُن کی امانت میں خیانت کروں۔ ایک اور صحابی عقبہ بن فرقد نے ایک بار آپ سے درخواست کی کہ کچھ آرام کی زندگی بسر کریں انھوں نے عرض کیا، امیر المومنین! اگر آپ کچھ کھا پہن سکیں گے تو اس سے مسلمانوں کے مال (سلطنت کی آمدنی) میں کوئی کمی نہیں ہوجائے گی۔ لیکن سیدنا عمر ؓ نے اُن کی یہ گفتگو پسند نہ کی اور فرمایا کہ افسوس ہے کہ تم مجھے عیش وعشرت کی ترغیب دیتے ہو۔

[بحوالہ مثالی حکمران]

ایسے ہی نیک دل اور پاک طینت انسانوں کے متعلق قرآن شہادت دیتا ہے:

﴿ وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

''(ان صالحین کی خصوصیت یہ ہے) اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فوز وفلاح سے

ہمکنار ہونے والے ہیں۔'' [الحشر: ۹/۵۹]

قارئین محترم! غور کیجیے کہ موت کے وقت بھی عوام الناس کی فلاح و بہبود کا خیال پیش نظر رہے، گھر کا اثاثہ بیت المال میں جمع کرادیا جاتا ہے۔ نئے کفن کی بجائے پرانے کپڑے کو ترجیح دی جاتی ہے کہ نیا کپڑا کسی زندہ کے کام آئے۔ اللہ اکبر!

اُس کی امیدیں قلیل ، اُس کے مقاصد جلیل
اُس کی ادا دِل فریب ، اُس کی نگاہ دل نواز
نرم دِل گفتگو ، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دِل و پاک باز

پاکستان اور خزانہ حکومت:

اسلامی حکومت کے ذرائع آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ زکوٰۃ وصدقات اور زرعی رقبہ پر عشر وغیرہ ہوتا ہے۔ جسے اگر صحیح معنوں میں اکٹھا کیا جائے تو دوسرے ٹیکسوں کی ضرورت نہیں پڑتی تاہم پھر بھی ضرورت محسوس ہو تو حکومت جائز ٹیکس عائد کرکے خزانہ کو بھر سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ''صلوٰۃ اور زکوٰۃ'' کا نظام قائم نہ کیا گیا جس سے معاشرتی اور معاشی حالات بگڑتے گئے اس لیے کہ ان کو قائم کرنے سے معاشرتی اور معاشی سدھار بیدار ہوتا ہے۔ نتیجتاً اخلاقی اور معاشی لحاظ سے ملک کنگال ہوگیا۔ خود انحصاری کی بجائے دوسرے ملکوں سے قرضے حاصل کیے گئے جس سے ملک مقروض ہوگیا۔ اور ہر سال قرضہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ یہ اربوں اور کھربوں ڈالر تلے دب گیا۔

ملک عقل ودانش، فہم وفراست، قانون اور ضابطے اور عدل وانصاف سے چلتے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے ہں جس کا یہاں فقدان رہا ہے۔ اسلام ہمیں متوازن زندگی کے صحت مند اور خوب صورت اصول عطا کرتا ہے، اس کے انفرادی اور اجتماعی، سیاسی اور معاشی، ملکی اور بین الاقوامی ضابطے صاف ستھرے اور نکھرے ہوئے ہیں۔ مگر افسوس کہ یہاں پر ہر بننے والی حکومت نے انھیں نظر انداز کیا اور آج تک کوئی مضبوط نظام قائم نہ ہوسکا۔ جس کی وجہ سے ہم انتہائی نازک موڑ پر کھڑے ہیں یہاں پر ''زکوٰۃ'' کا مضبوط نظام تو قائم نہ ہوا۔ البتہ مختلف قسم کے ٹیکس عائد ہوئے ......انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، سیلز ٹیکس، ویلتھ ٹیکس وغیرہ اس کے علاوہ حکومت کے ذرائع آمدنی ریلوے، ہوائی جہاز، ٹیلی فون، بجلی، گیس، پانی وغیرہ کے بل ہیں جس میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے اور غرباء کے لیے جینا دشوار ہوگیا ہے۔

یہاں پر قومی خزانہ کا بے دریغ استعمال ہوا ہے۔ الیکشن کی آمد پر مختلف سیاسی قائدین اپنی تقاریر میں ایک دوسرے پر الزام دھرتے ہیں کہ فلاں نے اتنے ارب ڈالر لوٹے ہیں اور فلاں نے دوسرے ملکوں میں اتنے ارب ڈالر جمع کرر کھے ہیں۔ یہاں پر مضبوط عدلیہ تو موجود نہیں جو ان سب کا ٹھیک ٹھیک محاسبہ کرسکے اور غصب شدہ دولت کو واپس لاسکے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی بے ہنگم اکھاڑا ہے جس میں سیاسی بے شعور قائدین کا دنگل جاری ہے۔ ان حالات میں عاجز بندے اپنے رب کے حضور دعا ہی کرسکتے ہیں۔

''اے ربّ کریم! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں فہم وشعور کی دولت سے نواز کہ اس ملک میں تیرے نظام کو جاری وساری کرسکیں۔'' آمین

جو حرص وہوس کا شکار ہیں، جمہوریت کا نعرہ الاپتے ہیں اور آمریت سے حکومت کرتے ہیں۔



غیر اسلامی رسوم ورواج اور ان کی تباہ کاریاں

نعیمہ صدیقہ بنت عبدالحمید ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ

سودھک:

یہ بھی اوہامی عقیدہ ہندوؤں کی پیداوار ہے۔اس میں یہ ہوتا ہے کہ بچے کی پیدائش کے وقت اس کے سرہانے کے نیچے چھری، چاقو، تالا وغیرہ رکھ دیا جاتا ہے تاکہ یہ بچہ نحوست سے بچا رہے۔ اور بعض لوگ تو کسی بچے کی پیدائش پر مہینہ گزرنے سے پہلے نہیں جاتے کہ سودھک والا گھر ہے۔ یہ سب باطل اور مردود رسم وعقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے، آمین۔

آپ کا یہ ہفتہ کیسا رہے گا؟

یہ عنوان اکثر رسائل واخبارات کی زینت بنا ہوتا ہے اور ہر چھوٹا بڑا اس پر جھکا ہوتا ہے اور اپنا برج معلوم کرتا ہے۔ اور پھر ایک دوسرے کو فخر یہ بتاتے ہیں کہ میرا تو برج فلاں ہے۔ کوئی اپنا ستارہ عقرب یعنی بچھو **(Scorpion)** بتاتا ہے تو کوئی سرطان **(Cancer)** کوئی خود کو حمل یعنی مینڈھا **(Aries)** کہلاتا ہے، تو کوئی جدی یعنی بکری **(Capricorn or goat)** اور کوئی ثور یا بیل **(Taurus)** کہلاتا ہے تو کوئی قوس **(Archer)** یعنی ایسا انسان جس کا دھڑ گھوڑے کا ہو اور سر انسان کا ہو وغیرہ وغیرہ۔

اس کا نقصان یہ ہے کہ اگر کسی کو پتا چل جائے کہ اس کا یہ ہفتہ اچھا نہیں گزرے گا اور وہ جو بھی کام کرے گا، اس میں اسے ناکامی ہوگی تو سوچیے کہ انسان کیا عضو معطل ہو کر نہیں بیٹھ جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کو یقین ہو جائے کہ اس کا یہ ہفتہ ہر صورت اچھا ہی گزرنا ہے اور حالات اس کے حق میں رہیں گے تو پھر وہ لوگوں کے ساتھ جو چاہے زیادتی اور جائز وناجائز کرتا پھرے گا کیوں کہ اسے یقین ہوگا کہ نتیجہ تو اس کے حق میں ہی رہنا ہے۔ غرض تو ہم پرستی کے انہی خطرناک نتائج سے انسانیت کو بچانے کے لیے رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص کسی کاہن (غیب کی خبر دینے والے نجومی، دست شناس، عامل وغیرہ) کے پاس آئے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ کی شریعت کا انکار کیا۔‘‘

[مسند احمد، بحوالہ طلسمی اور جناتی پھندے]

زائچے اور مسلم دنیا:

آج کل اشتہار دیا جاتا ہے کہ

’’ملک میں ہزاروں طلاقیں اس لیے ہو رہی ہیں کہ شادی کرتے وقت والدین کی طرف سے احتیاط نہیں کی جاتی کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والوں کے ستاروں کی کیا پوزیشن ہے۔ لہٰذا آپ شادی سے پہلے ۲۰۰ روپے ادا کر کے دولہا دلہن کے ستاروں کا زائچہ بنوالیں تو آپ بے شمار پریشانیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔‘‘

یہ خاص طور پر ہندوؤں کی رسم ہے کہ شادی کی بات طے کرتے وقت پنڈت لڑکے اور لڑکی کی کنڈلی (زائچہ) ملاتا ہے۔ کنڈلی نہ ملنے پر اس شادی کو منحوس قرار دے دیا جاتا ہے۔

اسی طرح کا ایک اور اشتہار کہ

’’آپ اپنے بچے کا نام ان کی تاریخ پیدائش کے مطابق ہم سے حساب لگوا کر رکھیں تاکہ ساری زندگی اس سیارے کے زیر اثر رہے جس کے تحت اس کی پیدائش ہوئی ہے تو وہ پریشانیوں سے بچا رہے گا۔‘‘ یہ بھی ہندوؤں کی رسم ہے۔

دراصل ہر دو زائچے اور خرافات سے قرآن اور اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا، اور لوگوں کا عقیدہ تباہ وبرباد کرنا مقصود ہے، جو کہ

جھوٹے اور نام نہاد نجومی کرتے ہیں اور انھوں نے ہندوؤں کا خاص طریقہ اور رسم پکڑ رکھی ہے۔ اللہ محفوظ فرمائے اور عقیدۂ توحید پر گامزن رکھے، آمین۔

اس کے علاوہ عقائد میں متعدد غیر اسلامی رسومات ہیں جن سے دنیا و آخرت کی بربادی ہو رہی ہے، مثلاً:

❀......شبینہ کرنا یعنی ایک رات میں سارا قرآن پڑھ لینا۔

❀......اعتکاف بیٹھنا صرف اس لیے کہ ہماری مخصوص دعائیں قبول ہوں، یا کھیل تماشہ کرنے کے لیے، یا سونے کے لیے، اور اعتکاف میں سختی اور نرمی کرنا۔

❀......قرآن حفظ کرنا، فقط اس لیے کہ اپنے نام کے ساتھ حافظ لگ جائے، حالاں کہ اس کو بعد میں بھلا دیا جاتا ہے۔

❀...... ہر قمری مہینے میں ۱۱ تاریخ کو کسی پیر کے نام کی گیارہویں شریف دینا، جن میں شادی بیاہ کی طرح کے کھانے پکا کر تقسیم کیے جاتے ہیں۔

❀...... بیٹا یا پوتا ہونے پر گھر گھر سے مانگ کر منت پوری کرنا اور کسی دربار یا پیر کے نام پر منت چڑھاوا چڑھانا۔

❀...... جمعرات یا سوموار کو گلی گلی ڈھول باجوں کے ذریعے درباروں، پیروں کے نام کا چندا اکٹھا کرنا۔

❀......مساجد و گھروں میں ساز والے الارم لٹکانا۔

❀......تعویز گلے میں لٹکانا اور بازوؤں پر باندھنا۔

❀......نجومی کے پاس جانا، اپنا ہاتھ دکھانا اور اپنا ایمان بیچنا۔

عقائد جو کہ مذہب کی جڑ اور بنیاد ہوتا ہے، جب بنیاد ہی ہل جائے، خراب یا ٹیڑھی ہو تو انسان کا پورے کا پورا مذہب ہی خراب ہو جاتا ہے، خواہ یہ کوئی بھی مذہب ہو، لیکن چوں کہ مذہب اسلام سب مذہبوں سے اعلیٰ اور برتر ہے اس لیے اگر اس مذہب میں سے انسان کا نام خارج ہو جائے تو وہ دنیا و آخرت دونوں میں خسارے ہی خسارے پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [البقرۃ:۲۱]

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں (بھی) پیدا کیا، اور ان لوگوں کو (بھی پیدا کیا) جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم ڈرو۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ [الاحزاب:]

''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔''

یعنی عبادت تو اللہ کی کرو، اور اس کا طریقہ اللہ کے رسول ﷺ سے سیکھو۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

روشن خیال غیر اسلامی رسوم

بسنت:

آج یہ رسم مسلم معاشرے میں اتنی ضروری ہوگئی ہے جتنی کہ زندہ رہنے کے لیے غذا۔ اور پھر اس کو ادا کرنے کے لیے ہمیں کئی جانوروں کی قربانی بھی دینا پڑتی ہے۔ کیوں کہ ہمارا دل و دماغ شیطان کے قبضہ میں جاچکے ہیں اور ہماری سوچ غیر مسلم ہو چکی ہے۔ اور ہم صرف کلمہ کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ اور ستم بالائے ستم تو یہ کہ بہت سے مسلمانوں کو تو ٹھیک سے کلمہ بھی نہیں آتا، اس کا مفہوم و مطلب بھی نہیں آتا۔ لیکن غیروں کی ہر رسم اور ہر تہوار کا نام اور منانے کا وقت و دن ضرور یاد ہیں۔

بسنت ایک ہندوؤانہ رسم ہے اور یہ ایک گستاخِ رسول کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ حقیقت رائے دھرمی کو ۱۷۴۷ء میں گھوڑے شاہ لاہور میں گستاخی رسول ﷺ کی پاداش میں پھانسی ہوئی۔ ہندو پیشواؤں نے واقعہ کو یاد رکھنے کے لیے موقف اپنایا کہ اس نے ہندو دھرم (مذہب) اور اوتاروں کے لیے قربانی دی ہے۔

پس ہندوؤں نے خوشی میں اس مردود و لعین کی یاد میں رنگ بکھیرا، پتنگ بازی کی اور اس کا نام بسنت رکھا، اور بطور یادگیری کے وہاں مندر تعمیر کیا۔ جہاں اس کی موت والے دن مرد زرد رنگ کی پگڑیاں اور عورتیں زرد ساڑھیاں پہن کر حاضری دیتے اور منتیں مانگتے ہیں۔ [تاریخ لاہور از سید محمد لطیف]

افسوس صد افسوس! محبّ رسول ﷺ کہلوانے والے اس کو جشن بہاراں کا نام دے کر مناتے ہیں۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ مسلم دنیا کی بے وقوفی پر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندو تو صرف منتیں مانتے اور اس کے مندر میں حاضری دیتے ہیں، پتنگ بازی کرتے ہیں، لیکن مسلم دنیا کا حال یہ ہے کہ جونہی گستاخِ رسول ﷺ کی موت کا دن آیا، ڈیک چھتوں پر چڑھ گئے، اور بے ہودہ گانوں سے ساری رات مخلوقِ خدا پناہ مانگتی ہے، اور پھر مرد وزن کا آپس میں بے ہودہ اختلاط اور باجے، چھنکے، تالیاں اور بوکاٹا کا بے ہودہ اور فضول نعرہ......

کسی شاعر نے اس بے ہودہ رسم کے طوفانِ بدتمیزی کی یوں تصویر کشی کی ہے ۔

فلک کو دیکھا نیلا نیلا
گلے میں جوڑا پیلا پیلا
ہاتھ میں ڈور کا چرخی ریلا
گڈا اپنا رنگ رنگیلا
چھت کے اوپر میلا میلا
دھکوں کا یہ ریلا پیلا
تو ہے پیچی میں ہوں لیچا
اس کی گڈی میرا پیچا
سیٹی پہ سیٹی شور بوکاٹا
ہاتھ میں ہاتھ اور سیر سپاٹا
آزادی! کہ شرم کا گھاٹا

ایک اور شاعر بولا ۔

چھتوں پہ اس انداز سے چھنکی پائل
جس کی آواز میں آوازِ اذاں ڈوب گئی
اور اس قدر شور مچاتی رہیں عشرت گاہیں
جس میں مظلوم کی آہ و فغاں ڈوب گئی

ان بے وقوفوں کو تو پھر ڈنمارک کے گستاخِ رسول ﷺ (جس کو عامر عبدالرحمٰن شہید رحمہ اللہ نے قتل کیا) کا بھی دن منانا چاہیے......مریں تو گستاخِ رسول لیکن ان کا عرس وسالگرہ منائیں محبانِ رسول ﷺ کہلوانے والے...... یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟؟؟؟

ایک شاعر خیر خواہی کرتے ہوئے کہتا ہے ۔

ہر چھت پہ ہاؤ ہو کا ہوا بلند شور
کوئی بھاگا کسی سمت لوٹی کسی نے ڈور
کھینچے ہے کوئی طرف اپنے پورا لگا کے زور
اس شور و غل سے ہر شخص ہو رہا ہے تنگ
یہ رسم ہے کفار کی اڑاؤ نہ تم پتنگ
بسنت اک تہوار ہے قوم ہندو کا
رشتہ نہیں اسلام سے اس کے وجود کا
مسلم نہیں رہا پابند شرعی حدود کا
رسم کفر ہے سراسر نبیؐ سے جنگ
یہ رسم ہے کفار کی اڑاؤ نہ تم پتنگ

اس رسم بد میں کہیں بھی فائدہ نہیں ہے، بلکہ نقصان ہی نقصان، خسارہ ہی خسارہ، اور تباہی ہی تباہی ہے۔

❀......وقت کا ضیاع ❀......اللہ کی حرمات کی پامالی
❀......ڈور کی وجہ سے بجلی کے آلات وتنصیبات کا نقصان
❀......باہمی لڑائی جھگڑا ❀...... مال کا پانی کی طرح گلیوں میں بہہ جانا ❀......اسراف کے ذریعے شیطان کا بھائی بننا
❀......بے غیرت اور گستاخِ رسول ﷺ کا ساتھی بننا
❀......یہود ونصاریٰ وہندوؤں کی مشابہت کرنا
❀......بجلی کے تعطل سے طلباء ودیگر لوگوں کو پریشان کرنا
❀......ہمسائیوں کو تکلیف دینا ❀...... اللہ اور رسول کا نافرمان بننا ❀......ایمان کا خاتمہ ہونا ❀......کئی لوگوں کی جانیں لینا ❀......اپنی جانیں دینا ❀......دنیا میں تو بے شمار تباہیاں ہیں ہی آخرت میں دردناک جہنم کا عذاب سہنا۔

اللھم وقنا من عذاب النار

میراتھن ریس:

یہ ایک ایسی رسم خبیث ولعین ہے کہ جو شاید غیر مسلم بھی نہیں کرتے۔ لیکن مسلم معاشرے کے اہل اقتدار واہل ثروت لوگ اسے

عام کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور فحاشی وعریانی پھیلانے میں اہم کردار ادا کررہے ہیں۔ اور پھر اسے ''روشن خیالی'' کا نام دے دیا گیا۔

میراتھن یونان کے ایک شہر ایتھنز سے ۴۰ کلومیٹر دور ایک میدان کا نام ہے۔ جہاں ۴۹۰ قبل مسیح میں یونان اور ایران کے درمیان ایک تاریخی جنگ ہوئی تھی، اور اس جنگ میں فتح کی خوشخبری لے کر یونان کا ایک ایتھلیٹ میراتھن سے ایتھنز پہنچا۔ تو اس کی یاد میں ۱۸۹۶ء میں اولمپک گیمز کے ساتھ میراتھن ریس شروع ہوگئی۔

جب کہ ۱۹۷۷ء میں امریکا کے جارج پائیس نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت میراتھن ریس کو دنیا کے تمام ملکوں میں فروغ دینے کی کوشش شروع کی۔ اس کا فلسفہ تھا کہ مخلوط میراتھن سے معاشرہ میں آزادی آئے گی اور اگر عورتوں مردوں کی الگ الگ میراتھن بھی ہوتب بھی انھیں مرد وعورتیں اکٹھے ہی دیکھیں گے۔ اور یوں ان سب میں دوڑ کی تحریک آئے گی، اور معاشرہ میں آہستہ آہستہ کھلا پن آتا جائے گا، اس فارمولے کے تحت امریکا نے بے شمار معاشروں کی ثقافت تبدیل کی۔ خاص طور پر مسلم معاشروں سے شرم وحیا اور غیرت کو ختم کرنے کے لیے اسے بطور ہتھیار استعمال کیا گیا۔

اسی منصوبے کے تحت ۳۰ جنوری کو لاہور میں میراتھن ریس ہوئی اور صدر محترم نے جارج پائیس کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا کہ ''جو خواتین کو نیکروں میں نہیں دیکھ سکتے آنکھیں بند کرلیں۔''

اس کا ہلکا سا نتیجہ ایک واقعہ سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ پہلی ریس کے موقع پر غیرملکی عورت نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''ویسے تو ریس اچھی رہی لیکن کئی لوگ ہم سے جسمانی حرکات کرتے رہے، اس لیے پریشانی رہی۔''

غیرمسلم لوگ جو کہ خود بھی بے غیرت ہیں مسلم دنیا کو بھی بے غیرت بنانے پر کوشاں ہیں، اور مسلم دنیا بھی آنکھیں بند کیے ان کے فارمولے پر عمل پیرا ہے۔ یہ رسم صرف غیرمسلم ہی نہیں بلکہ مشرکانہ بھی ہے، وہ اس طرح کہ مشرکین مکہ ننگا ہوکر حج کیا کرتے تھے، اور آج نعوذ باللہ میراتھن کو حج کے مقابلے پر لاکر ننگا ہوکر دوڑنے کو عام کرکے رسم مشرکین بھی منائی جارہی ہے۔ اور یہ تو شیطان کی کھلی پیروی بھی ہے کہ اس نے ہمارے باپ آدم، اور اماں حوا علیہا السلام کو بھی جنت میں ننگا کردیا تھا۔

معلوم ہوا کہ اس رسم بد کا کوئی فائدہ نہیں سوائے دشمنانِ اسلام کو خوش کرنے کے۔

❀...... فحاشی وعریانی کا فروغ، ❀...... وقت کا ضیاع، ❀...... ایمان کا خاتمہ، ❀...... بے غیرتی و بے حمیتی کا عام ہونا، ❀...... زنا کا عام ہونا، ❀...... بےسکونی و بے برکتی، ❀...... اللہ، رسول، ملائکہ اور نیک لوگوں کی لعنت کا مستحق ہونا، ❀...... دنیا آخرت میں ذلیل ورسوا ہونا۔

ویلن ٹائن ڈے:

انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا کے مطابق ''ویلن ٹائن ڈے'' کے بارے میں تاریخ دو مختلف موقف بیان کرتی ہے۔

" Valentine was a Roman priest and patron of lovers, who was martyredduring the sack of roman and persecution of chritions by claudius II, and was buried in Rome. A bishop of terini (Italy), martyred in Rome and his remains were taken back to Terini."

یوم ویلنٹائن ۱۴ فروری کو ہر جگہ منایا جاتا ہے، لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ''یوم خرافات واوباشی وبدمعاشی'' مسلم دنیا میں بھی رائج کرچکا ہے۔ اور یہ رسم بد مسلمانوں کو بھی غیرمسلم قوموں کی طرح تباہی کے گڑھے کی طرف دھکیلتی جارہی ہے۔ اس کے آغاز کے بارے میں مختلف روایات مشہور ہیں:

بعض کے نزدیک یہ وہ دن ہے جب سینٹ ''ویلنٹائن'' نے روزہ رکھا تو لوگوں نے اسے محبت کا دیوتا مان کر یہ دن اسی کے نام کردیا۔ کئی لوگ اسے کیوپڈ (محبت کے دیوتا) اور وینس (حسن کی دیوی) کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جو کیوپڈ کی ماں تھی۔ یہ لوگ کیوپڈ کو ویلنٹائن ڈے کا مرکزی کردار کہتے ہیں۔ جو اپنی محبت کے زہر بجھے تیر نوجوان دلوں پر چلا کر انھیں گھائل کرتا تھا۔

قدیم روم کی تہذیب میں ۱۴ فروری کا دن رومن دیوی،

دیوتاؤں کی ملکہ جونو کے اعزاز میں یوم تعطیل کے طور پر منایا جاتا تھا۔ اسی طرح ۱۵ فروری لیوپرکس دیوتا کا دن مشہور تھا، اوراس دن اہل روم جشن زرخیزی مناتے تھے۔ اس موقع پر وہ پورے روم میں رنگا رنگ میلوں کا اہتمام کرتے، اور ایک رسم کرتے جو کچھ یوں ہوتی کہ اس رسم میں لڑکیوں کے نام لکھ کر ایک برتن میں ڈال دیئے جاتے، اور وہاں موجود نوجوان لڑکے اس میں سے باری باری پرچی نکالتے، اور پھر پرچی پر لکھا نام جشن کے اختتام تک اس نوجوان کا ساتھی بن جاتا، جو آخر کار مستقل بندھن یعنی شادی پر ختم ہوتا۔

روم کی روایات کی طرف برطانیا میں بھی ایک سینٹ ویلنٹائن نامی شخص تھا۔ یہ بشپ آف ٹیرنی تھا جسے عیسائیت پر ایمان کے جرم میں ۱۴ فروری ۲۶۹ کو پھانسی دے دی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ قید کے دوران بشپ کو جیلر کی بیٹی سے محبت ہوگئی، اور وہ اسے محبت بھرے خطوط لکھا کرتا تھا۔ اس مذہبی شخصیت کے ان محبت ناموں کو ''ویلنٹائن'' کہا جاتا ہے۔

چوتھی صدی عیسوی تک اس دن کو تعزیتی انداز میں منایا جاتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس دن کو محبت کی یادگار کا رتبہ حاصل ہوگیا اور برطانیا میں اپنے منتخب محبوب اور محبوبہ کو اس دن محبت بھرے خطوط، پیغامات، کارڈز اور سرخ گلاب بھیجنے کا رواج چل پڑا۔

امریکا میں روایت مشہور ہے کہ ۱۴ فروری کو وہ لڑکے لڑکیاں جو آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں سٹیم ہاؤس جا کر ڈانس کریں اور ایک دوسرے کے نام دہرائیں۔ جونہی رقص کا عمل ختم ہوگا اور آخری نام ان کے لبوں پر ہوگا اس سے ہی اس کی شادی قرار پائے گی۔

۱۴ فروری کو اس سینٹ ویلنٹائن سے بھی منسوب کیا جاتا ہے، جو تیسری صدی عیسوی میں روم میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری تھے۔ ایک راہبہ کی زلف گیر کے اسیر ہوئے، چوں کہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لیے نکاح ممنوع تھا، اس لیے اس دن ویلنٹائن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لیے اسے بتایا کہ اسے خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ۱۴ فروری کا دن ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ جنسی ملاپ بھی کرلیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے یقین کرلیا اور دونوں جوش عشق میں یہ سب کچھ کرگزرے۔ کلیسا کی روایات کے قانون کے مطابق دونوں کو قتل کردیا گیا۔ اور کچھ منچلوں نے ویلنٹائن صاحب کو ''شہید محبت'' کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں دن منانا شروع کردیا۔

آج کل ۱۴ فروری کو ''یومِ محبت'' کے طور پر یورپ اور امریکا میں ننگے ہوکر اور جنسی بے راہ روی اختیار کر کے منایا جاتا ہے۔ کیوں کہ مرد وزن کا باہمی رضا مندی سے ہر طرح کی شہوت رانی اور زنا کاری وہاں ''محبت'' کہلاتی ہے۔

ایک روایت کے مطابق پندرہ فروری کو دنیا بھر کے پرندوں میں جنسی اختلاط کا موسم شروع ہوجاتا ہے اور پرندے نر اور مادہ آپس میں ملاپ کرتے ہیں۔ مادہ پھر انڈے دے کر ان پر بیٹھ جاتی ہے، انگریزی میں اس کو ''میٹنگ سیزن'' کہتے ہیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ویلنٹائن پادری کہا کرتا تھا کہ اس سیزن میں اگر پرندے ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں، اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہیں، تو انسان پر پابندیاں کیوں ہیں؟

بے چارہ سرخ گلاب بھی اس رسم بد کی نظر ہوگیا۔ کیوں کہ یہ یورپ میں اور دیگر ممالک میں محبت کی علامت سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی اس کو قبول کرے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ بھی اس کو پسند کرتا ہے اور پیار کا یہ سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ یورپ میں اس کی خرید وفروخت ایک بہت بڑے کاروبار کی حیثیت رکھتی ہے، دنیا میں اگر سب سے زیادہ گلاب کے پھول استعمال ہوتے ہیں تو وہ یورپ ہے اگر وہاں پھول کم ہوجائیں تو دنیا کے دوسرے خطوں سے منگوا لیے جاتے ہیں۔ دنیا بھر میں سب سے زیادہ پھول برآمد کرنے والا ملک ہالینڈ ہے اس کے بعد اسرائیل اور پھر کینیا کا نمبر ہے۔

پاکستان میں ۱۹۹۰ء تک اس کا کوئی خاص وجود نہ تھا۔ اگر تھا بھی تو ایک دو بڑے شہروں کے فائیو سٹار ہوٹل تھے، مگر چند ہی سال بعد یہ ایک تہوار کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ہر دوسرا نوجوان لڑکا اور لڑکی اس بے حیا رسم کے رنگ میں رنگا جارہا ہے، اور اب تو بوڑھے لوگ بھی اس میں حصہ لینے لگ گئے ہیں، ہے نا لطیفے والی بات اور ہے نا ذلت والی بات؟

اور پھر اس کے بھیانک نتائج بھی منظر عام پر آرہے ہیں مثلاً ایک رپورٹ کے مطابق ''پتوکی کے نواح میں شاہ محمد نامی شخص

اور تصور بی بی ۱۴ فروری کو وعدے کے مطابق قابل اعتراض حالت میں ویلنٹائن ڈے منا رہے تھے کہ لڑکی کے بھائی نے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔''

اسی طرح بھائی پھیرو میں ''ویلنٹائن ڈے پر پھول دینے پر نوجوان دوشیزہ نے عاشق کی چھترول کر دی۔ محلے والوں نے عاشق نامراد کو پکڑ کر اس کا منہ کالا کیا اور گدھے پر بٹھا کر ملتان روڈ پر اس کا جلوس نکالا کہ ''عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے'' ...... کتنی عزت افزائی ہے دنیا میں ...... آخرت میں نہ جانے کتنی عزت افزائی ہوگی ......اللہ محفوظ فرمائے، آمین۔

نیوائیر نائٹ:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَالِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ﴾ [سورۂ توبہ]

''جس دن سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان بنائے ہیں تبھی سے اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ اور ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، یہ ہی مضبوط دین ہے۔''

رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ حج میں ارشاد فرمایا:

''زمانہ گھوم گھما کر اپنی اصلیت پر آ گیا ہے، سال کے بارہ مہینے ہیں، ان میں چار ادب اور حرمت والے مہینے ہیں، تین تو یکے بعد دیگرے ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب، جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔'' [متفق علیہ]

مسلمانوں کا سال اسلامی مہینے محرم سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ سال شروع ہوتا ہے تو مسلمان گہری نیند سوئے ہوتے ہیں، اور جب ۹، ۱۰ دن گزر جاتے ہیں تو شیعوں کی رسم ادا کرنے کے لیے جاگ پڑتے ہیں۔

اور جب عیسائیوں کا سال جنوری سے شروع ہوتا ہے۔ تو مسلمان پہلے ہی سے بیدار ہوتے ہیں، اور پھر دن تو دن، راتوں کو بھی جاگے رہتے ہیں، اور عیسائی بننے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ آخر کار اپنا نام غیر مسلمانوں میں لکھوا کر ہی چھوڑتے ہیں۔

Happy new year کہہ کر ایک دوسرے کو گلے ملتے ہیں۔ گریٹنگ کارڈ تقسیم کیے جاتے ہیں، تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے، انگلش طرز کی محفلیں جمتی ہیں، اور ان غیر اخلاقی وغیر اسلامی محفلوں کی تشہیر کے لیے بڑے ہوٹلوں کی طرف سے اخبارات میں فحش وعریاں اشتہارات دیئے جاتے ہیں۔

ایک سروے رپورٹ کے مطابق صرف امریکا میں اس رات ۱۷۱ ارب ڈالر سے زائد مالیت کی شراب پی جاتی ہے۔ ۶۰۰ ملین ڈالر کی آتش بازی اور اربوں ڈالر نوجوان دوران رقص، رقص گاہوں میں اڑا دیتے ہیں۔

نیز ائیر نائٹ کا آغاز انیسویں صدی کے شروع میں ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں سکاٹ لینڈ کے ایک جزیرے (اینا ڈین) پر نیوی کے جہازوں نے قیام کیا تھا، برٹش رائل نیوی کے جوان مسلسل سمندری سفروں سے اکتا چکے تھے، انھوں نے زندگی تازہ کرنے کے لیے جہازوں میں ہی مختلف تقریبات کا اہتمام کرنا شروع کر دیا۔ وہ ایک دوسرے کی سالگرہ، کرسمس، ایسٹر، ویک اینڈ دوسری تقریبات کا اہتمام کرتے، ایک دوسرے کو تحفے دیتے اور ان تقریبات کو انجوائے کرتے۔

ایک سال ایک سینئر آفیسر نے آئیڈیا پیش کیا کہ کیوں نہ سب مل کر نئے سال کو خوش آمدید کہیں۔ انھوں نے ۳۱ دسمبر کی رات کی جہاز کے ایک کمرے کو خوب سجایا، آدھی رات کو سب اس کمرے میں جمع ہوئے، ایک دوسرے کو شراب کے جام پیش کیے اور Happy new year کے الفاظ کہے۔ اگلے سال اس تقریب کو مزید رنگین وپرکشش بنانے کے لیے خواتین کو دعوت دی گئی، نوجوان لڑکے لڑکیوں نے Happy new year کہتے ہوئے ایک دوسرے کو شراب کے جام پیش کیے۔ رقص وسرود کی محفلیں سجائی گئیں اور شراب کے نشے میں مدہوش نجانے کتنی لڑکیاں اس رات گوہر عصمت سے محروم ہوگئیں۔ اس طرح تاریخ میں صلیبیوں نے باقاعدہ طور پر بے حیائی کے دروازے کو کھول دیا۔

اسکاٹ لینڈ کے اس ویران جزیرے سے شروع ہونے والی یہ

رسم آہستہ آہستہ دوسرے ملکوں کے ساحلوں سے ہوتی ہوئی پورے یورپ میں پھیل گئی، اس میں دنیا کے ۱۹۰ سے زائد ممالک میں فحاشی اور عریانی کی اس تقریب کا آغاز ہو چکا ہے، صلیبی بے حیائی کی یہ تقریب ۱۹۸۰ء تک یورپ کی حد تک ہی محدود تھی۔ ۱۹۹۵ء کے اوائل میں پاکستان کے شہر کراچی کے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں بڑے بڑے تاجروں نے اس کا اہتمام کیا، اس وقت تو یہ تقریب نہایت چھپ کر ہوئی، لیکن آہستہ آہستہ اس کا اہتمام ہر شہر میں ہونے لگا، جس میں ہزاروں پاکستانی اوباش شرکت کرنے لگے۔

یاد رہے کہ نیوائیر نائٹ دنیا کے کسی خطے میں بھی منائی گئی، وہاں اس نے بے حیائی کے گہرے نقوش چھوڑے، وہاں کی تہذیب کو اس نے بڑی بری طرح متاثر کیا، وہاں کی نوجوان نسل میں ایسے بے حیا جراثیم پیدا کیے جس نے ان کے اخلاق کو چاٹ لیا، جب نوجوان نسل بداخلاق ہوجائے تو وہ قوم جیتے جی ختم ہوجاتی ہے، اور اس کی جڑیں کھوکھلی ہوجاتی ہیں، اور اس قوم کا نام ونشان مٹ جاتا ہے۔

اور ...... اور ...... آج ...... امت مسلمہ اس اندھیر نگری میں گم ہو چکی ہے، اور شراب و بے حیائی کے نشے میں مدہوش اپنی تہذیب وثقافت کھو چکی ہے، اور بے غیرت و بے حمیت بن کر دن رات بے سکونی میں گزار رہی ہے، اور جہنم کے گڑھے کی طرف بھاگتی جارہی ہے۔ اللہ اس قوم کو ہدایت دے، آمین۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [سورۂ نور]

''جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، (اس عذاب کی شدت) اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

یہ فرمان کافر لوگوں کے لیے تو ہی ہے لیکن جو مسلمانوں میں ان کافروں کے ساتھ بنتے ہیں وہ بھی اسی فرمان کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے، اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ نے پندرہ سو سال پہلے فرما دیا:

﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [سورة الاعراف: ۷/۳۳]

''اے نبی (ﷺ)! ان سے کہہ دیجیے کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ یہ ہیں: بے شرمی کے کام، خواہ کھلے ہوں یا چھپے، اور گناہ اور بغیر حق کے زیادتی، اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک کرو جس کے لیے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو کہ وہ حقیقت میں اسی نے فرمائی ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ غیرت کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"واللہ! انی لاغار والله! غير منى ومن غيرته نهى عن الفواحش ـ" [مسند احمد]

''اللہ کی قسم! بے شک میں غیور ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے، اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ اس نے فحش، بے شرمی، بے حیائی اور بدکاری سے منع فرمایا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے مومن کی پہچان کرواتے ہوئے فرمایا:

"ليس المؤمن بالطعان، ولا باللعان، ولا الفاحش، ولا البذى ـ" [الترمذى ومشكوة]

''مومن نہ تو طعنے دینے والا، نہ لعنت وملامت کرنے والا، نہ فاحش یعنی نہ بے شرم و بے حیا، بدکار اور نہ ہی زبان دراز ہوتا ہے۔''

ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ ہم مومن ہیں یا موہن ہیں؟ ...... ہم باغیرت ہے یا بے غیرت؟ ......ہم بے حیا ہے یا باحیا؟...... [جاری]

❀❀ .... ❀❀ .... ❀❀

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور مقام قربانی

ابوالبدر ارشاد الحق اثری، فیصل آباد

سید صاحب کا یہی مضمون بعد میں ان کے مقالات حصہ سوم (صفحہ ۲۳۱، ۲۳۷) میں طبع ہوا۔ اندازہ کیجیے انھوں نے بھی استاد کی ترجمانی کتنے خوب صورت پیرائے میں کی ہے۔ البتہ ''اجتہادی غلطی'' کے لفظ سے انھوں نے اجتناب کیا ہے۔ مگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خواب کو سمجھنے میں چوک ہوئی۔ پھر انھوں نے جو یہ دعویٰ داغ دیا کہ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی سے مطلع فرمایا کہ یہ خواب حقیقی نہیں تمثیلی تھا''، یہ بھی محض دعویٰ اور ان کے اپنے تصورات کا نتیجہ ہے۔ کعبہ کی خدمت اور دین حنیف کی تبلیغ کے لیے قربانی میں ''بلاءِ مبین'' ہی کہا ہے کہ اس پر پورا اترنے کی مبارک بادی جا رہی ہے۔ لیکن ایک عرصہ بعد انھوں نے اپنے استادِ محترم کے موقف کی تردید کی اور یوں اس خواب کو جمہور مفسرین کی رائے کے مطابق عینی قرار دینے کی تائید کی۔ چناں چہ ۱۳۶۴ میں جب سیرۃ النبی کی طبع چہارم شائع ہوئی تو انھوں نے جہاں کئی مقامات پر توضیحی حواشی لکھے۔ اس مقام پر بھی اس بحث کی وضاحت کی، لکھتے ہیں۔

ہیچمدان جامع کا ذوق اس مقام پر اس واقعہ کو حضرت ابراہیم کی اجتہادی غلطی ماننے سے ابا کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو محبت الٰہی سے سرشار تھے، خطائے اجتہادی سے نہیں بلکہ غلبہ شوق اطاعت ومحبت میں اس حکم الٰہی کی تعمیل اپنی طرف سے بالکل بعینہٖ وبلفظہ کرنے پر آمادہ ہوگئے تاکہ اس ابتلا میں وہ اللہ کے حضور میں پورا اتریں اور اپنی طرف سے بیٹے کی جان کی قربانی کی جگہ اس کی خدمت توحید وتولیت کعبہ کے لیے وقف کردینے کی تاویل کا سہارا لے کر نفس کی متابعت کے شبہ اور دھوکے سے بھی پاک رہیں۔'' [حواشی، ج:۱، ص:۱۰۰]

یہی ''ذوق'' اکثر مفسرین کا ''ذوق سلیم'' ہے۔ اس سے انحراف کسی اور مقصد کا نتیجہ ہے یا تجدد پسندی ہے۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ شبلی مرحوم سے ملتی جلتی بات قادیانی خلیفہ بشیر الدین محمود احمد نے اپنی تفسیر کبیر میں کہی، لکھتا ہے:

''میرے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ خواب میں دیکھا تھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کررہے ہیں۔ اس کی تعبیر یہی تھی کہ وہ انہیں ایک دن ایک غیر ذی زرع وادی میں چھوڑ جائیں گے۔ ایسی جگہ پر چھوڑنا ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح ہی کرنا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمانہ کے رواج کے مطابق اس کی تعبیر غلط سمجھی تھی کیوں کہ اس زمانہ میں لوگ انسانوں کی قربانی کیا کرتے تھے۔ انھوں نے یہی سمجھا کہ شاید اللہ تعالیٰ کا یہی منشا ہے کہ حضرت اسماعیل کو ذبح کردیا جائے۔ لیکن دراصل اس کی تعبیر یہی تھی کہ وہ ان کو ایک غیر ذی زرع وادی میں چھوڑیں گے۔''

[تفسیر کبیر، ص:۴۸۶]

خلیفہ قادیانی کی اس تفسیر کبیر پر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ''بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر'' کے نام سے تبصرہ کیا جو شعبان ۱۳۶۰ھ مطابق ستمبر ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا۔ جسے عرصہ بعد ۱۹۹۵ء میں محترم محمد زبیر ناصر صاحب نے اپنے مکتبہ ناصریہ سے

دوبارہ شائع کیا۔ جس میں انھوں نے ہمارے مرحوم دوست جناب ڈاکٹر سبطین لکھنوی کا ''فن تفسیر سے تحریف کی مکروہ سازشوں تک'' کے عنوان سے ایک تاریخی جائزہ بھی شائع کیا ہے جس پر وہ ہمارے شکریہ کے بجا طور مستحق ہیں۔ اسی بطش قدیر میں حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

''اللہ اللہ! کس قدر دلیری اور جرأت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کی تعبیر کو، جس کو خدا نے تصدیق فرمائی ہے غلط کہا جاتا ہے۔ اے آسمان! تو کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا۔ اے زمین! تو کیوں نہیں پھٹ جاتی، پہاڑو! تم کیوں نہیں گر پڑتے۔ قادیان میں انبیائے کرام کی سخت توہین ہو رہی ہے۔ ان کے فہم اور خدائی تصدیق کو غلط قرار دیا جا رہا ہے پھر کہتے ہیں کہ ''ہم نے جو تفسیر لکھی ہے وہ خدا کے سمجھانے سے لکھی ہے'' یہاں پہنچ کر میرا دل بیٹھا جا رہا ہے اور بدن کانپ رہا ہے، زبان لڑکھڑا رہی ہے کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے کہ تیرا نام لے کر تیری کتاب کی جو تفسیر کی جاتی ہے۔ جس میں انبیائے کرام کی تغلیط اور تیری تصدیق کی تکذیب کی جاتی ہے۔ اچھا تو جان اور تیرا حلم جانے ہمیں تو تیرا ارشاد ہے: ﴿ ذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴾ قادیانی ممبر وایا درکھو۔''

تو مشو مغرور بر حلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

[بطش قدیر، ص:۶۹]

یہ ہے ترجمان اسلام حضرت شیخ الاسلام کی حمیت وغیرت، انھوں نے ہی ذکر کیا ہے کہ انکار حدیث کا سرغنہ مولوی احمد دین امرتسری نے بھی اپنی ''تفسیر بیان للناس'' میں خلیفہ قادیان کی غلط روش پر چلے ہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ انھیں سیرۃ النبی میں علامہ شبلی کی ''غلط روش'' کی اطلاع نہیں ہوسکی ورنہ وہ اس کی بھی خبر لیتے، بطش قدیر کی طباعت کے تقریباً چار سال بعد علامہ سید سلیمان ندوی نے علامہ شبلی سے اختلاف کرتے ہوئے احقاق کا فریضہ ادا کیا۔

والحمد لله على ذلك

بات چل نکلی تھی تو یہ دیکھئے کہ اس کے بعد تحریک انکار حدیث کے نفس ناطقہ غلام احمد پرویز نے بھی اپنے پیش رو مولوی احمد دین وغیرہ کی اتباع میں یہی کہا کہ ''آپ خواب کے ایک اشارہ سے یہ سمجھے کہ حکم ملا ہے کہ بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا جائے، ہر چند یہ حکم نہ تھا محض خواب میں ایسا دیکھا تھا لیکن انھوں نے اس کو کچھ اوپر کا اشارہ سمجھ لیا اور ایسی تحیر انگیز اور ہوش ربا قربانی کے لیے تیار ہو گئے۔

[جوئے نور، ص:۱۵۴، ۱۵۶]

غور فرمائیے کیا کہا گیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام ''خواب کے اشارہ'' کو حکم سمجھ بیٹھے۔ گویا انھیں خواب کی تعبیر میں غلطی لگی۔ انھوں نے کیا فرزند ارجمند نے بھی اس اشارہ کو سمجھنے میں غلطی کی کہ کہہ دیا: ﴿یا ابت افعل ما تؤمر﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبوی دل ودماغ رکھتے تھے۔ پرویزی افکار کے اسیر نہ تھے ورنہ سمجھ لیتے کہ محض خواب کی بنا پر اکلوتے فرزند کو کیوں کر ذبح کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ باز پرس فرمائیں گے تو بہانہ موجود ہے کہ یہ حکم تو نہیں تھا خواب تھا۔ پھر اس غلطی پر عمل کی تیاری کرتے ہیں۔ بیٹے کو ذبح کے لیے لٹا دیتے ہیں تو تحسین وآفرین کی صدا آ جاتی ہے کہ ﴿ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ﴾ غلطی پر تنبیہ ہوتی ہے یا شاباش اور مرحبا کی صدائے دل نواز سے حوصلہ بڑھایا جاتا ہے۔ ہمیں تو یہاں صرف اتنا عرض کرنا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی پر دانش وران ملت پریشان ہیں اور اپنی اصلاح کی بجائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غلطی نکالنے کے درپے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بات بس اسی پر ختم نہیں ہوتی۔ سخت حیرانی کی بات ہے کہ یہی بات عرصہ پہلے علامہ محبّ اللہ بن عبدالشکور بہاری المتوفی ۱۱۱۹ھ نے مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت میں کہی ہے۔ احناف کا موقف

ہے کہ حکم پر عمل سے پہلے نسخ درست نہیں۔ دوسرے فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں اور اس پر من جملہ دیگر ادلہ کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ عمل سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ''ذبح عظیم'' کی قربانی بطور فدیہ کرنے کا حکم فرما دیا۔ جس کا جواب دیتے ہوئے علامہ محبّ اللہ لکھتے ہیں:

"لا نسلم الامر، بل رأى رؤية ۔"

ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم تھا بلکہ انھوں نے تو بس خواب دیکھا تھا۔

مزید رقم طراز ہیں:

"فقد ظن انه مأمور بذبح الولد على طريقة الخطأ في الاجتهاد والغلط في التعبير ...... والحاصل ان ابراهيم عليه السلام لم يؤمر بذبح ابنه وانما امر بالغداء لكن أرى الله الفداء على صورة الابن ۔"

[فواتح الرحموت، ج:۲، ص:۶۵ مع المستصفیٰ]

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اجتہادی غلطی اور تعبیر میں خطا کی بنا پر گمان کیا کہ انھیں بیٹے کو ذبح کا حکم دیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی ذبح کا حکم نہیں تھا بلکہ فداء (یعنی مینڈھا) ذبح کرنے کا حکم تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فداء کو بیٹے کی صورت میں دکھایا۔'' (اسی بنا پر ابراہیم علیہ السلام کو غلطی لگی۔)

بتلایئے اور انصاف سے فرمایئے کہ یہ بھی مسلکی اصول کو بچانے کا شاخسانہ نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غلطی وخطا ثابت کرنا بعید از قیاس نہیں لیکن اپنے اصول میں خطا ممکن نہیں۔ معذرت کے ساتھ کہ

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

اس لیے ہم نے عرض کیا کہ جمہور مفسرین کی تفسیر سے ہٹ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام میں غلطی وخطا کا تصور اپنے بعض فکری تحفظات اور ضروریات کی بنا پر ہے۔ اور اسی فکر نے قرآن کو بازیچہ اطفال بنایا ہے۔ اور اسی کو سلف نے تفسیر بالرای قرار دیا ہے۔

مقامِ قربانی:

اس بحث کے ضمن میں دوسری بات جو علامہ شبلی نے فرمائی وہ یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مقامِ قربانی مروہ ہے۔ یہودی خیال ہے کہ یہ قربان گاہ ہیکل سلیمانی تھا جب کہ عیسائی کہتے ہیں کہ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی۔ یہ دونوں ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں اور اسی تناظر میں وہ ان کا محل قربانی تصور کرتے ہیں۔ علامہ شبلی فرماتے ہیں کہ تورات میں محل قربانی ''مورہ'' ہے جو دراصل ''مروہ'' ہے اور ''مورہ'' یہودی تحریف کا نتیجہ ہے۔

یہی بات مولانا حمید الدین فراہی نے ''الرای الصحیح فی من ہو الذبیح'' میں بڑی تفصیل سے کہی ہے۔ ہمارے سامنے اس کا اردو ترجمہ بھی ہے یہ ترجمہ مولانا اصلاحی نے کیا اور انجمن خدامِ القرآن لاہور نے ''ذبیح کون ہے؟'' کے نام سے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔ جس میں ایک مستقل عنوان ہے ''حضرات ابراہیم علیہ السلام کی قربان گاہ مروہ ہے جو کعبہ کے پاس ہے'' مولانا فراہی نے اس عنوان کے تحت ''مورہ'' کے لفظ پر تورات کے عبرانی نسخوں کے حوالوں سے بڑی دلچسپ اور نفیس بحث کی ہے۔ اور قرآن وسنت سے بھی اپنے اس موقف پر دلیل لائے۔ یہی بات ان کے شاگرد رشید مولانا اصلاحی نے تدبر قرآن [ج:۱، ص:۳۳۰] میں کہی ہے۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں:

''حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مروہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا قربان گاہ یہ ہے اور مکہ کی تمام پہاڑیاں اور گھاٹیاں قربان گاہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروہ میں قربانی نہیں ہوتی تھی بلکہ منی میں ہوتی تھی جو کہ مکہ سے تین میل پر ہے۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مروہ ہی کو قربان گاہ فرمایا۔ یہ اسی بنا پر تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہیں حضرت اسماعیل کی قربانی کرنی چاہی تھی۔ قرآنِ مجید میں

ہے ﴿ ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾ [حج:۳۳] پھر قربانی کے جانوروں کی جگہ کعبہ ہے۔ ﴿ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ ﴾ [مائدۃ: ۹۵] قربانی جو کہ کعبہ میں پہنچے۔ مروہ بالکل کعبہ کے مقابل اور اس کے قریب ہے۔ ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی کی اصل جگہ کعبہ ہے منی نہیں۔ لیکن جب حجاج کی کثرت ہوئی تو کعبہ کے حدود کو منی تک وسعت دے دی گئی۔'' [سیرۃ النبی، ج:۱، ص:۹۶، ۹۷]

یہی بات ذرا تفصیل سے مولانا فراہی نے کہی ہے۔ البتہ انھوں نے ایک اور ''نکتہ'' کا بھی اضافہ کیا ہے لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ منی کی بابت ارشاد فرمایا کہ "هو منحر" یعنی یہ قربانی کی ایک جگہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ پر غور کرو۔ آپ مروہ کی نسبت "المنحر" کا لفظ فرماتے ہیں۔ یعنی ''اصل قربان گاہ'' اور دوسرے مقامات کی بابت تنکیر کے ساتھ صرف "منحر" کا لفظ استعمال فرماتے ہیں یعنی یہ بھی قربانی کی جگہیں ہیں۔'' [ذبیح کون ہے؟ ص:۲۷]

مگر مولانا فراہی اور علامہ شبلی کا قرآنِ مجید اور حدیث سے یہ استدلال قطعاً درست نہیں۔ یہ روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے مروہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "هذا المنحر وكل فجاج مكة منحر" امام مالک نے بلاغاً موطأ باب ما جاء في النحر في الحج میں ذکر کی ہے۔ پہلے آپ اس کے مکمل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بمنى هذا المنحر وكل منى منحر، وقال في العمرة: هذا المنحر يعني المروة وكل فجاج مكة وطرقها منحر۔" [موطا، ص:۳۱۵ مطبوعه دار الحديث مصر]

''رسول اللہ ﷺ نے منی میں فرمایا یہ ''المنحر'' ہے اور سارا منی قربان گاہ ہے۔ اور عمرۃ میں فرمایا یہ ''المنحر'' ہے یعنی مروہ المنحر ہے اور مکہ کی سب گلی بازار قربان گاہ ہے۔'' علامہ ابن حزم نے ''حجۃ الوداع'' رقم ۱۶۵ میں یہ روایت اپنی سند سے نقل ہے۔ اور عمرۃ القضاۃ کے موقع پر ''مروہ'' پر قربانی کا ذکر طبقات ابن سعد، ج:۲، ص:۱۲۲ اور کتاب المغازی للواقدی میں بھی ہے جیسا کہ نصب الرایہ، ج:۳، ص:۱۶۳ میں مذکورہ ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر سے ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی غایت اتباع میں مکہ میں قربانی مروۃ کے قریب کرتے اور منی میں ''عندالمنحر'' جہاں رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی وہاں قربانی کرتے تھے۔ [بیہقی، ج:۵، ص:۱۰۲]

امام مالک کا موقف ان کی ذکر کردہ روایت کے مطابق یہی ہے کہ معتمر مکہ میں اور حاجی منی میں قربانی کرے۔ [فتح الباری، ج:۳، ص:۵۵۲، التمہید مع الشروح، ج:۱۱، ص:۱۷۱] بلکہ امام بخاری نے "باب النحر في منحر النبي صلى الله عليه وسلم" کے تحت ذکر کیا ہے کہ

" ان عبد الله بن عمر رضي الله عنه كان ينحر في المنحر، قال عبيد الله: منحر رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔" [بخاري، رقم: ۱۷۱۰]

''حضرت عبداللہ بن عمر ''المنحر'' کے پاس قربانی کرتے تھے۔ عبیداللہ بن عمر فرماتے ہیں ''المنحر'' سے مراد وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی۔''

اس کے بعد امام بخاری نے بالصراحت "حتى يدخل به منحر النبي صلى الله عليه وسلم" کے الفاظ نقل کر کے اس کی مزید وضاحت فرما دی ہے کہ ''المنحر'' سے رسول اللہ ﷺ کے قربانی کرنے کا مقام مراد ہے۔

اس ضروری تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح ''مروہ'' کے بارے میں ''ہذا المنحر'' معرفہ کا جملہ فرمایا اسی طرح منی کے بارے میں بھی ''ہذا المنحر'' فرمایا۔ یوں نہیں کہ منی کے بارے میں ''ہذا منحر'' نکرہ کا جملہ فرمایا۔ جیسا کہ علامہ فراہی کا خیال ہے۔ علامہ فراہی نے اپنے دعویٰ پر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا صرف حدیث کی عبارت لکھی ہے۔ اگر وہ حوالہ لکھ دیتے تو ممکن ہے اس سے مزید بات نکھر جاتی۔ البتہ ''سیرۃ النبی'' کے حواشی میں اس

روایت کے لیے موطا امام مالک کا حوالہ دیا گیا ہے۔ لیکن آپ موطا ہی سے اس کے الفاظ ملاحظہ فرما چکے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مروہ کے بارے میں فرمایا ''ہذا المنحر'' بالکل اسی طرح منی کے بارے میں فرمایا ''ہذا المنحر''۔ اب یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ ''مروہ'' کے بارے میں تو کہا جائے کہ ''یہ اصل قربان گاہ ہے'' مگر منی کے بارے میں فرمایا جائے کہ یہ قربانی کی جگہ ہے۔ اور پھر اسی بنیاد پر ''مروہ'' کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی گاہ قرار دے دیا جائے۔

''ہذا المنحر'' سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربان گاہ مراد لینا اس لیے بھی درست نہیں حضرت عبداللہ بن عمر کے اثر میں وضاحت ہے کہ ''المنحر'' سے مراد رسول اللہ ﷺ کے قربانی کرنے کا مقام ومحل ہے نہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربان گاہ۔ منی کے بارے میں تو اس کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا: "نحرت ھھنا ومنی کلھا منحر" کہ میں نے یہاں نحر کیا ہے اور سارا منی قربان گاہ ہے۔ [ابوداود مع العون، ج:۲، ص:۱۳۸ وغیرہ] بلکہ یہی الفاظ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہیں اور ''مروہ'' کے حوالے سے بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عمرہ کے لیے ہدی مروہ کے پاس تھی تب آپ نے فرمایا "ھذا المنحر" یوں نہیں کہ اس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربان گاہ کا اشارہ تھا۔ اس لیے "ھذا المنحر" سے علامہ فراہی اور علامہ شبلی کا استدلال درست نہیں۔

رہی اس حوالے سے سورۂ مائدہ کی آیت کریمہ ۹۵ سے استدلال جس میں فرمایا گیا ہے کہ احرام کی حالت میں اگر کوئی برّی جانور شکار کرے تو اس جانور کے بدلے میں اسی کے برابر کا جانور بطور ہدی کعبہ میں پہنچایا جائے۔ اس میں ﴿ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ ﴾ سے استدلال کیا ہے کہ یہاں ''کعبہ کے پاس پہنچانا'' مراد ہے۔ اسی طرح سورۂ الحج:۳۳ میں ﴿ ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾ فرمایا گیا ہے کہ ہدی کے ذبح ہونے کی جگہ بیت عتیق ہے۔ بیت عتیق یعنی پرانا گھر اور کعبہ کی طرف جانور لے جانے کا حکم اس بنا پر ہے کہ ''ان کے ذبح ہونے کی جگہ اسی بیت قدیم کے پہلو میں ہے۔''

[ذبیح کون ہے؟ ص:۲۷]

مگر غور فرمایئے کہ یہ بات قرآنِ مجید میں کہاں ہے کہ ''ذبح ہونے کی جگہ'' کعبہ کے قریب ہے۔ خود ساختہ مفہوم ومقصود کو قرآن سے نتھی کر دینا بہر حال اچھا مشغلہ نہیں۔ ان آیات میں تو بس قربانی کعبہ کی طرف لے جانے اور وہاں ذبح کرنے کا حکم ہے اور قربانی ذبح نہ بیت عتیق میں ہوئی اور نہ ہی کبھی کعبہ میں۔ بلکہ ''مروہ'' بھی بیت عتیق سے خارج ہے اس میں شامل نہیں۔ اس لیے تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں مراد حرم مکہ مکرمہ ہے۔ بلکہ علامہ الجصاص نے احکام القرآن، ج:۳، ص:۳۰۰ میں فرمایا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔ مکہ اور منی کے منحر ہونے کا ذکر حدیث میں اسی تناظر میں ہے۔ دم تمتع کے علاوہ جزاء صید ہو یا فدیہ اذی ہو یا رکاوٹ کی صورت میں قربانی ہو، تمام کا محل قربانی یہی حرم ہے اس سے باہر نہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جسے کفار ومشرکین کے لیے ''مسجد حرام'' کا داخلہ حرام ہے۔ اور اس سے مراد مسجد، کعبہ نہیں بلکہ حرام مکہ مراد ہے۔ ''تحقیق جدید'' میں جب ''مروہ'' کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربان گاہ قرار دیا گیا تو اس کے لیے ''المنحر'' اور ''منحر'' (کی بے ثبوت دلیل) اور قرآن پاک کی ان آیات سے یہ سارے تکلفات اختیار کیے گئے۔

جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربان گاہ منی میں جمرات کے قریب ثبیر پہاڑ کے ہاں قرار دی گئی۔ اسی جگہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی [القری لقاصد ام القریٰ، ص:۴۰۸] تاریخ مکہ ازرقی [ج:۲،ص:۱۷۵] وغیرہ۔ بلکہ مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج بتلائے، جمرات پر شیطان سامنے آیا تو اسے سات کنکریں ماریں۔ یہیں انھوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جبین کے بل لٹایا اور یہیں ﴿یا ابراھیم قد صدقت الرویا﴾ کی صدا آئی۔ یہ روایت مسند احمد [ج:۱، ص:۲۹۷] کے علاوہ طبرانی کبیر میں بھی مروی ہے۔ علامہ ہیثمی نے

اسے مجمع الزوائد [ج:۳،ص:۲۵۹] اور [ج:۸،ص:۲۰۰، ۲۰۱] میں نقل کی ہے اور ایک جگہ فرمایا ہے "رجـال ثـقـات" اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اور دوسری جگہ فرمایا "رجـالـه رجال الصحیح غیر ابـی عاصم الغنوی وهو ثقة" اس کے سب راوی صحیح بخاری و مسلم کے ہیں سوائے ابو عاصم غنوی کے اور وہ ثقہ ہے۔ علامہ احمد شاکر نے بھی مسند احمد کے حواشی سے فرمایا ہے "اسـنــاده صحیح" کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [تعلیق المسند، رقم: ۲۷۰۷] یہی روایت امام ابن کثیر نے سورۂ الصافات کی تفسیر میں مسند امام احمد سے مختصراً نقل کی ہے اور بحث کے اختتام پر فرمایا ہے کہ

"فـالـمناسك والذبائح انما محلها بمنى من ارض مكة حيث كان اسماعيل۔"

[ابن کثیر، ج:٤، ص:۲۲]

حج کے احکام اور قربانی کا محل منی سرزمین مکہ ہے جہاں حضرت اسماعیل رہتے تھے۔ علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ یہ روایت مسند امام احمد کے علاوہ ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور شعب الایمان للبیہقی میں بھی موجود ہے۔ [الدر المنثور، ج:٥، ص:۲۸۰]

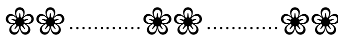
اہل علم خوب جانتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ ذبیح کون تھے؟ حضرت اسحاق یا حضرت اسماعیل علیہما السلام، ان میں صحیح اور راجح ہی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح تھے۔ مگر یہ عجیب اتفاق ہے جو حضرات حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیتے ہیں وہ بھی ان کی قربان گاہ منی ہی قرار دیتے ہیں کوئی اور جگہ نہیں۔ یہ اقوال و آثار الدر المنثور میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربان گاہ ''مروہ'' نہیں بلکہ منی ہے۔ تاہم منی بھی چوں کہ بجانب مروہ مشرق ہی میں ہے اس لیے ممکن ہے تغلیباً منی کو مروہ کہا گیا ہو۔ یا مروہ کی زیادہ شہرت کی بنا پر تورات میں اس کا نام آیا ہو۔ لیکن دواوین سنن و آثار سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ ''مروہ'' قربان گاہ تھی۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم نے بھی، باوجودیکہ علامہ فراہی کی کتاب "الرای الصحیح فی من هو الذبیح" کی تحسین و تعریف کی ہے۔

اس بحث میں علامہ فراہی سے موافقت نہیں کی، انھوں نے منی ہی کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربان گاہ قرار دیا ہے بلکہ تورات میں جو موریا یا مورہ کو محل قربانی کہا گیا ہے اسے یہودیوں کی تحریف قرار دیا ہے۔

[قصص القرآن، ج:۱، ص:۱۵۸]

لہٰذا تورات کے اس بیان کے سہارے ''مروہ'' کو قربان گاہ قرار دینا کیوں کر درست ہوسکتا ہے؟ جو اسماعیل سے اسحاق بنا سکتے ہیں ان کے لیے منی سے مورہ بنا دینا کیوں کر بعید ہے؟ مگر افسوس کہ تورات کی ایک تحریف کا اعتراف اور دوسری کے سہارے سنن و آثار سے انحراف کی راہ اختیار کر کے اسے تحقیق کا شاہکار قرار دیا جاتا ہے۔ فوا اسفا

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللّٰہ۔



معیاری رشتوں کے لیے والدین رابطہ کریں

ہمارے ہاں معیاری و خاندانی درج ذیل رشتے موجود ہیں۔ صرف والدین رابطہ فرمائیں۔

①...... ارائیں فیملی کے ۲۸ سالہ (ایم ایس سی) بیٹے، مسلک اہل حدیث، مقیم لاہور کے لیے پابند پردہ وصوم وصلوٰۃ لڑکی کی رشتہ درکار ہے۔ رابطہ فون نمبر 042-6630237

②...... ۲۹ سالہ لڑکی، انصاری فیملی، تعلیم ایم اے اسلامیات و درس نظامی، دراز قد۔ ۲۳ سالہ لڑکا، ایم اے انگلش، ۳ سالہ ڈپلومہ آرکیٹیکٹ، خوب صورت، سلیقہ شعار، مقیم لاہور۔

③...... علمی و دینی طور پر معروف گھرانے کی ۲۲ سالہ ایف اے، درس نظامی لڑکی۔

④...... معروف دینی و علمی گھرانے کے عالم دین کے ۲۷ سالہ بیٹے، مقیم پشاور کی بوجہ مجبوری دوسری شادی کے لیے رابطہ کریں۔

نیز دوسری شادی کے خواہش مند حضرات وخواتین اپنے بچوں کے رشتوں کے لیے ادارہ بندھن سے پورے اعتماد کے ساتھ رابطہ کرسکتے ہیں۔

[انجینئر حاجی انور مسرور کمبوہ، سرپرست ادارہ بندھن، شاہ فرید آباد، ملتان روڈ لاہور۔ فون: 0334-9804255]

قادیانی عقائد پر ایک نظر

مولانا خاور رشید، دارالعلوم المحمدیہ، لوکو ورکشاپ

پاک تثلیث:

عیسائی مذہب کا بنیادی نکتہ عقیدہ تثلیث ہے۔ ایک باپ، دوسرا ابن اور تیسرا جزو روح القدس۔

اسی نظریہ کو قادیانی متنبّی مختلف الفاظ میں بیان کرکے پاک تثلیث کا نام دیتا ہے۔ چناں چہ لکھتا ہے:

انسان اور خدا کی محبت کے آپس میں ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک تیسری چیز پیدا ہوجاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔ اور چوں کہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے۔ [توضیح مرام، ص:۲۱]

شیخ الکل اس نظریہ پر تبصرہ کرتے ہیں:

اور قادیانی کی تجویز پاک تثلیث نصف عیسائیت ہے۔ عیسائی لوگ باپ بیٹے اور روح القدس کے مجموعہ کو تثلیث قرار دیتے ہیں۔ قادیانی صاحب خدا کی محبت (باپ) اور بندۂ محبوب کی محبت (ماں) اور ان دونوں سے متولد روح القدس کے مجموعہ کو تثلیث قرار دیتے ہیں۔ اب لوگوں کو عیسائی بنانے میں صرف ایک آنچ کی کسر رہ گئی ہے کہ اس تثلیث کے ساتھ توحید کو بھی ملادیں اور ان تینوں کو ایک خدا کہہ دیں جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں۔ [اوّلین فتویٰ، ص:۷۲]

ابن اللہ:

عیسائی اور یہودی مذہب میں ابن اللہ کا ایک خاص نظریہ پایا جاتا ہے جسے بنیاد بنا کر اپنے آپ کو یہ لوگ جنت کا مستحق ٹھہراتے ہیں۔ چناں چہ ان کے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ چوں کہ ہم اللہ کے بیٹے، مقرب اور محبوب ہیں اس لیے جہنم میں جا ہی نہیں سکتے اور اگر بالفرض چلے بھی گئے تو چند دنوں کی سزا کے بعد آخر کار ہمیں جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ بائبل بھری پڑی ہے کہ یہ لوگ استعارۃ اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں بھی ان کے اس عقیدے کا ذکر موجود ہے۔ [المائدۃ:۱۸]

اسلام نے آکر بھرپور انداز میں اس عقیدے کا ردّ کیا اور ذاتِ باری تعالیٰ کو اس طرح کی خرافات سے مبرا قرار دیا۔ لیکن یہود و نصاریٰ کی روش پر چلتے ہوئے مرزا غلام احمد بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہلانے کا دعویدار ہے، لکھتا ہے:

مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت (یعنی اللہ کا بیٹا) کے لفظ سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

[توضیح مرام، ص:۲۷]

اطاعت کفار:

حقیقی مسلمان کفار کی تابع داری اور فرماں برداری کا سوچ بھی نہیں سکتا اور خاص کر ان انگریزوں کی اطاعت کہ جنھوں نے برصغیر پاک و ہند پر قبضہ کیا۔ مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور انھیں تختہ دار پر لٹکایا۔ لیکن مرزائی حضرات کا یہ عقیدہ بلکہ دستور العمل ہے کہ انگریز کی اطاعت ہوگی اور انہی کا حکم تسلیم کیا جائے گا۔

ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ شروع بیعت کسی بھی فرقہ کی بنیاد ہے۔ قادیانی متنبّی بھی تسلیم کرتا ہے۔ میں نے بیعت کی شروط چھپوائیں ہیں تاکہ میرے فرقہ کے لیے اور جو میری پیروی کرے اس کے لیے دستور العمل بن جائیں۔ [تبلیغ رسالت، ج:۷، ص:۱۶]

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ دستور العمل کیا ہے؟ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

میں نے بیعت کی شروط شائع کروائیں ہیں تا کہ میرے فرقہ اور میری پیروی کرنے والوں کے لیے دستور بن جائیں اور میں نے اس کا نام (بیعت کی شروط کے ساتھ تبلیغ کی تکمیل) رکھا ہے اور اس کا ایک نسخہ حکومت کو بھیجا ہے تا کہ حکومت پہچان لے کہ میں نے اپنے پیروکاروں کا کتنی تاکید کی ہے کہ حکومت برطانیا کے وفادار اور تابع دار بنیں۔ [درخواست از مرزا قادیانی بطرف وائسرائے ہند، مندرجہ تبلیغ رسالت، ج:۷،ص:۲۶]

زیادہ وضاحت کرتے ہوئے مرزا صاحب رقم طراز ہیں:

اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کیے ہیں، صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریز کا بدل وجان خیر خواہ ہوں اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگانِ خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔

[ضمیمہ کتاب البریہ،ص:۹۔ روحانی خزائن، ج:۱۳،ص:۱۰]

قادیانی متنبّی کہتا ہے:

مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک میں اور نیز دوسرے بلادِ اسلام میں ایسے مضمون شائع کیے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہٰذا ہر ایک مسلمان کا فرض ہونا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے۔ [ستارہ قیصریہ،ص:۳۷۳]

یہی نہیں بلکہ مرزا غلام احمد نے انگریزی حکومت کی تائید وحمایت میں اس قدر کتابیں لکھیں، بقول اس کے اگر وہ تمام کتابیں جمع کی جائیں تو ان سے ۵۰ الماریاں بھر سکتی ہیں۔

[تریاق القلوب،ص:۱۰۔ روحانی خزائن، ج:۱۵،ص:۱۵۵]

قادیانی مذہب کے دو حصے ہیں، وضاحت خود بانی قادیانیت کرتا ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں (بلکہ قادیانی دین کے) ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت حکومت برطانیا ہے...... سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیا سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔ [اشتہار گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ملحقہ شہادۃ القرآن، مصنف مرزا قادیانی، ج د۔ روحانی خزائن، ج:۶،ص:۳۸۱۔۳۸۰]

مرزائی مذہب کیوں نہ خیر خواہ اور فرماں بردار ہوتا جب کہ خود مانتے ہیں کہ ہم حکومت برطانیا کا خود کاشتہ پودا ہیں۔

[تبلیغ رسالت، ج:۸،ص:۱۹،۲۰]

ایسا نظریہ رکھنے والوں کے لیے قرآنی حکم ملاحظہ فرمالیں:

''اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انھیں میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔''

[المائدۃ: ۵۱]

جہاد:

انگریز کو پوجنے کا لازمی نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی جن حرکتوں وافعال سے انھیں الرجی وخوف تھا اسلام سے نکال باہر کیے جائیں۔ ایسے احکام میں سے ایک جہاد ہے جسے مرزا صاحب نے لغو قرار دیا۔

وجہ صاف ہے کہ سامراج اسلام کے اسی عقیدہ سے زیادہ خوف زدہ تھا اور اب بھی ہے کیوں کہ صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کا جہاد سے لگاؤ اور پیار کا مظاہرہ کر چکا تھا۔ لہٰذا اپنے خود کاشتہ پودے کو حکم دیا کہ اس عقیدہ کو ختم ہونا چاہیے تو مرزا قادیانی **سمعنا واطعنا** پر عمل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

① ...... جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کیے

جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود (مرزا) کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔

[اربعین نمبر۴،ص:۱۳۔روحانی خزائن، ج:۱۷،ص:۴۴۳]

②......محمد علی لاہوری قادیانی لکھتا ہے کہ ہمارے فرقہ کے متعلق گورنمنٹ کو اپنے شک وشبہ دور کرنا چاہئیں اور ہمارے اندرونی حالات دریافت کرے۔ کیوں کہ ہمارے امام نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو ۲۲ برس ہیں اسی تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے۔ یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابیں بھی مضمون ممانعت جہاد لکھ کر ان کو بلادِ اسلام، عرب، شام، کابل وغیرہ میں تقسیم کیا ہے۔

[ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۲ء، ج:۲،ص:۴۰]

③......مرزا شعر کہتا ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ و قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ و جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

[تبلیغ رسالت، ج:۹،ص:۴۹۔روحانی خزائن، ج:۷،ص:۷۷]

④...... ہرزہ سرائی کرتا ہے۔ یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات میں پھیلا ہوا ہے۔ یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے۔

[ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۲ء، ج:۱،ص:۴۹۵۔جلد:۱،ص:۱۲]

اسلام کی کوہان کو اور دیگر اسلامی شعائر کو مٹانے کی کس قدر ناپاک سعی ہے۔

⑤......احادیث مبارکہ کا انکار کرتے ہوئے اور مجاہدین اسلام کو احمق قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت (برطانیا) کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔

[تریاق القلوب،ص:۲۵]

⑥......اگلے صفحہ پر لکھتا ہے: اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے خیال، جہاد اور بغاوت دلوں میں مخفی رکھتے ہیں میں ان کو سخت نادان اور بدقسمت ظالم سمجھتا ہوں۔ [تریاق القلوب،ص:۲۶۔ مصنفہ مرزا قادیانی]

عیسیٰ علیہ السلام:

بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبر، اللہ کا کلمہ اور روح، مریم علیہا السلام کے صاحبزادے، نبی آخر الزماں ﷺ کی بشارت دینے والے اور ماں کی گود میں ہی باتیں کرنے والے۔ یہ ایسی شخصیت ہیں پیدائش سے لے کر وفات تک کے حالات، جن کے خوارق عادت اور عقلوں کو دنگ کر دینے والے ہیں۔

اسی سبب کسی نے تو ان کا انکار کر دیا اور کسی نے اللہ اور ابن اللہ قرار دے دیا، مگر اسلام نے آ کر ان پر لگائے گئے تمام الزامات دھو ڈالے اور انھیں ربّ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ اور رسول قرار دیا اور ساتھ یہ وضاحت بھی کی کہ ان کے خوارق عادت حالات میں سے ایک معاملہ ان کا زندہ آسمان پر جانا ہے اور یہودی انھیں کچھ بھی نہ کہہ سکے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی انھیں زمین پر نازل فرمائے گا، کچھ مدت اپنے فرائض سرانجام دے کر وفات پائیں گے اور زندگی کے اس حصہ میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ نیز اسی زمانہ میں تمام کے تمام اہل کتاب انھیں اللہ کا رسول اور پیغمبر تسلیم کرلیں گے اور اپنے غلط نظریات (ولد الزنا اور ابن اللہ وغیرہ) کو چھوڑ دیں گے اور توبہ کر کے

مسلمان ہوجائیں گے۔ دجال کوقتل کریں گے، مسلمانوں کے حاکم بن کرآئیں گے اوران کے زمانہ میں مال ودولت کی فراوانی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ (ان باتوں کی تفصیل احادیث اوراس موضوع پرلکھی گئی کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔)

تمام اہل اسلام ان باتوں پرمتفق ہیں چناں چہ امام نووی شرح مسلم میں رقم طراز ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور دجال کوقتل کرنا اہل سنت کے نزدیک حق اور صحیح ہے۔ کیوں کہ احادیث صحیحہ اس مسئلہ میں موجود ہیں اور عقل وشرع میں ایسی کوئی دلیل نہیں جو اس نزول کو باطل ٹھہرائے۔ لہٰذا اس بات کوتسلیم کرنا واجب ہے۔

[شرح مسلم نووی، ج:۲، ص:۴۰۳]

لیکن مسلمانوں کے برخلاف قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پرنہیں اٹھائے گئے بلکہ یہود نے انھیں پکڑ کرطرح طرح کی اذیتیں دینے کے بعدسولی پرلٹکا دیا جہاں سے زندہ ہی اتر آئے اورکشمیر کی طرف ہجرت کی اور وہاں سرینگر محلّہ خانیار میں وفات پائی۔

اس عقیدے کومرزا قادیانی نے اپنے مذہب کی بنیادقرار دیا بلکہ اس کے برخلاف عقیدہ رکھنے والوں کومشرک ہونے کا خطاب دیا۔

[اخبارالفضل مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۳۸ء جلد ۲۶، نمبر ۱۰۰، ص:۹]

حیرانی کی بات ہے کہ مرزا صاحب دعوائے میسحیت سے پہلے بذات خوداس مشرکانہ عقیدے کے حامی تھے۔

[براہین احمدیہ، قصہ چہارم، ص:۴۹۸، ۴۹۹]

مسلم علماء نے اس غیرشرعی نظریے کی خوب بیخ کنی کی اور مرزا قادیانی کوناکوں چنے چبوائے، اس کی زندگی میں ہی اس باطل عقیدے کے ردّ میں کئی کتابیں منظرعام پرآ گئی تھیں جن کا جواب لکھنے کی ہمت نہ کرسکا۔

اس موضوع پر سب سے زیادہ مشہور اور بہترین کتاب اہل حدیث عالم مولانا میرابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ کی ہے جسے شہادۃ القرآن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اپنی اس فکر کو بچانے کے لیے مرزا صاحب نے خوب ہاتھ پاؤں مارے۔ چناں چہ اوّلاً: اللہ کی قدرت کا انکار کردیا اور کہا کوئی زندہ انسان آسمان پرنہیں جاسکتا۔ اس کے ضمن میں معراجِ نبوی سے بھی ہاتھ صاف کرنے پڑے اور یہ بھی کہا جو وفات پاجائے وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا۔ حالاں کہ قرآنِ مجید میں ایسے واقعات موجود ہیں جن میں مُردوں کوزندہ کیا گیا ہے۔ [البقرۃ:۲۴۳ اور ۲۵۹]

ثانیاً: نزولِ مسیح والی متواتر احادیث کی غلط توجیہ کرنی پڑی کہ نزول سے مراد پیدائش ہے اورعیسیٰ بن مریم سے بنی اسرائیلی نبی نہیں بلکہ اسی امت کا ایک فردمراد ہے جوکہ میں ہوں۔ اس زمانہ میں عیسیٰ نے جوکام کرنے تھے مثلاً وہ دجال کاقتل، حاکمیت، عیسائیت ویہودیت کا خاتمہ وغیرہ ان کوبھی غلط رنگ میں پیش کیا۔ (تفصیل کے لیے مرزا صاحب کی اس موضوع پرلکھی گئی تین کتب، فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام کا مطالعہ فرمائیں۔)

قادیانی متنبّی کا مقام اورمخالفین کا انجام:

مرزا غلام احمد قادیانی نبوت کی چادر چرانے کی وجہ سے اور گندے نظریات کی بدولت ملت اسلامیہ سے خارج، کذاب اور دجال ہونے کا رتبہ پاچکا ہے۔ ربّ ذوالجلال نے اہل حدیثوں کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے ہاتھوں یہ کارنامہ صادر فرمایا۔ انھوں نے قادیانی متنبّی کے عقائد ونظریات کی صورت میں ایک سوال نامہ ترتیب دیا جس کے جواب میں شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیرحسین محدث دہلوی نے مفصل بحث کرتے ہوئے اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اور ہندوستان کے دیگر علماء نے بھی اس فتویٰ پر دستخط کرکے امت اسلامیہ کا متفقہ فتویٰ بنا دیا۔ (اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، آمین۔)

لیکن میں آپ کوتصویر کا دوسرا رخ دکھانا چاہتا ہوں یعنی قادیانیوں کے ہاں مرزا غلام احمد کی کیا وقعت، کیا مرتبہ اور کیا مقام ہے، اور جو اسے تسلیم نہیں کرتا اس کا کیا انجام ہے؟

چناں چہ چودھری فتح محمد قادیانی ایم اے اپنی تقریر میں کہتا ہے:

میں پبلک اور حکام کی اطلاع کے لیے یہ بات واضح کردینا چاہتا

ہوں کہ ہم حضرت مسیح موعود (مرزا) کو اللہ تعالیٰ کا مقدس نبی، جری اللہ فی حلل الانبیاء اور بنی نوع انسان کا نجات دہندہ مانتے ہیں اور تمام وہ عقیدت مندی اور محبت جو کسی ہندو کو حضرت کرشن یا حضرت رام چندر جی یا کسی عیسائی کو حضرت مسیح ناصری سے یا کسی یہودی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوسکتی ہے وہ اپنے پورے کمال کے ساتھ ہم حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے ساتھ رکھتے ہیں۔[تقریر بہ مقام قادیان بتاریخ ۸ جولائی ۱۹۳۵ء مندرجہ اخبار الفضل قادیان، جلد:۲۳، نمبر:۱۰، ص:۳ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۳۵ء]

اگر آپ تفصیل جاننا چاہتے ہیں تو مرزا صاحب کے حالاتِ زندگی ملاحظہ فرمالیں آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اس آدمی نے مختلف اوقات میں مختلف دعوے کیے مثلاً کبھی اپنے آپ کو محدث قرار دیا، کبھی امام مہدی، کبھی مجدد، کبھی مثیل مسیح، کبھی امتی نبی، کبھی ناقص نبی، کبھی بروزی نبی، اور کبھی صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا حتی کہ ایک وقت ایسا آیا کہ اپنے آپ کو سید الاوّلین والاخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عین قرار دیا یعنی میں وہی ہوں جو آمنہ کا لخت جگر عبداللہ کا منظور نظر فاطمہ کا بابا حسن وحسین کا نانا اور صدیقہ کائنات کا خاوند بن کر عرب کے ریگزاروں میں مبعوث ہوا۔

قادیانیوں کا مشہور اخبار الفضل ایک مضمون چھاپتا ہے جس کا عنوان تھا: مسیح موعود محمد است وعین محمد است، اس کے تحت لکھا ہے۔ ادھر بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے اور شروع ہی میں اس کو خدا اور خدا کے رسولِ پاک کا نام سنایا جاتا ہے۔ بعینہٖ یہ بات میرے ساتھ ہوئی میں ابھی احمدیت میں بطور بچہ ہی کے تھا جو میرے کانوں میں یہ آواز پڑی کہ مسیح موعود محمد است وعین محمد است یعنی مسیح موعود (مرزا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور محمد کا عین ہے۔

[الفضل مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۱۵ء]

ایک مقام پر خود رقم طراز ہے:

مَنْ فَرَّقَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْمُصْطَفٰى فَمَا عَرَفَنِيْ وَمَا رَاٰنِيْ

”کہ جس نے مجھ (مرزا) میں اور مصطفیٰ علیہ السلام کے درمیان فرق سمجھا اور جدائی ڈالی اس نے نہ مجھے پہچانا اور نہ ہی مجھے دیکھا“ [خطبہ الھامیہ، ص:۱۷۱ روحانی خزائن، ج:۱۶، ص:۲۵۹]

اخبار الفضل یہ عقیدہ اشعار کی صورت میں لکھتا ہے:

صدی چودھویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پر وہ بدر الدجیٰ بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازی امت
ہے اب احمد مجتبیٰ بن کے آیا
حقیقت کھلی بعثِ ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

[مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۲۸ء]

اس کا نتیجہ صاف ہے کہ جو مقام ومرتبہ شافع محشر علیہ السلام کا ہے وہی مرزا کا ہوا بلکہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اپنے آپ کو محمد کریم سے اعلیٰ وافضل قرار دیا مثلاً لکھتا ہے:

آنحضرت کے لیے صرف چاند کو گرہن لگا اور میرے لیے چاند وسورج دونوں کو گرہن لگا۔

[اعجاز احمدی، ص:۷۱۔ روحانی خزائن، ج:۱۹، ص:۱۸۳]

ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہا نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لیے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت (مرزا کے زمانہ میں) پوری طرح سے تجلی فرمائی۔ [خطبہ الہامیہ، ص:۱۷۷۔ روحانی خزائن، ج:۱۶، ص:۲۶۶]

قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی نے مرزا صاحب کی شان میں ایک نظم کہی اور یہ مرزا صاحب کی زندگی میں ہی ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء اخبار بدر میں شائع بھی ہوئی جس کے اشعار حسب ذیل ہیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(نوٹ): قادیانی جان چھڑانے کے لیے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو ان اشعار کا علم نہیں تھا۔ لہٰذا یہ شاعر کا اپنا ذہن اور تخیل ہے۔

(جواب): اگست ۱۹۴۴ء کو لاہوری گروپ کے امیر مولوی محمد علی نے جب یہ اعتراض کیا کہ یہ شعر خلافت ثانیہ یعنی میاں محمود احمد کی تعلیم کے نتیجہ میں کہے گئے تو مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء کے اخبار الفضل میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے: حالاں کہ یہ شعر خطبہ الہامیہ کو پڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا) کے زمانے میں کہا گیا اور ان کو سنا بھی دیا گیا اور چھاپا بھی گیا کیا مولوی محمد علی صاحب تسلیم کریں گے کہ الزام لگانے میں وہ حق بجانب نہیں ہیں۔

یہ تو تھا قادیانیوں کا مرزا غلام احمد کے متعلق عقیدہ۔ لہٰذا اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مرزا کو نہ ماننے والوں کے متعلق ان کا کیا نظریہ ہے۔ میاں محمود کہتا ہے: میرے نزدیک غیر احمدی کافر ہیں۔
[اخبار الفضل مورخہ ۲۶ جون ۱۹۲۲ء]

بذاتِ خود قادیانی متنبّی لکھتا ہے: مجھے الہام ہوا کہ جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔
[اشتہار معیار الاخیار، ص:۸، مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء]

مرزا صاحب کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے: مسیح موعود (مرزا) کے منکروں کو مسلمان کہنے کا عقیدہ خبیث عقیدہ ہے۔
[کلمۃ الفضل مندرجہ ریویو آف ریلیجنز، ص:۲۵، نمبر:۳، جلد:۱۴]

کل جو مسلمان حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ [آئینۂ صداقت، ص:۳۵، مصنفہ میاں محمود احمد]

ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ [کلمۃ الفصل مصنفہ بشیر احمد قادیانی مندرجہ ریویو آف ریلیجنز، ص:۱۱۰، نمبر:۳، جلد:۱۴]

لہٰذا اسی چیز کو بنیاد بنا کر قادیانی حضرات مسلمانوں کے ساتھ اہل کتاب کا سا سلوک کرتے ہیں یعنی ہمارے پیچھے نمازیں نہیں پڑھیں گے، غمی وخوشی میں شریک ہونا ان کے لیے ممنوع ہے، مسلمانوں سے لڑکیاں لے سکتے ہیں مگر اپنی لڑکیاں مسلمانوں میں نہیں بیاہ سکتے۔ [دیکھیں قادیانی لٹریچر]

نیا کلمہ:

قادیانی لوگ جب مرزا غلام احمد کو نجات دہندہ اللہ کا نبی تسلیم کرتے ہیں تو لازماً انھیں ایک کلمہ کی ضرورت تھی لیکن ہیرا پھیری کر کے مسلمانوں کے کلمہ توحید پر قابض ہوگئے اور محمد رسول اللہ کے مفہوم میں مرزا کو داخل کر دیا۔ قادیانی متنبّی کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے:

اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم کا اسم مبارک اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ کیوں کہ مسیح موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ پس مسیح موعود (مرزا) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد

رسول اللہ ﷺ کی جگہ کوئی اور آ تا تو ضرورت پیش آتی۔فتدبروا

[کلمۃ الفصل مندرجہ ریویو آف ریلیجنز،ص:۱۵۸،جلد:۱۴]

یعنی ان کے عقیدے کے مطابق کلمہ توحید میں محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔اس لیے انھیں نئے کلمہ کی ضرورت نہ رہی۔

تشریعی نبوت:

مرزا قادیانی اپنی شریعت کا اقرار بھی کرتا ہے لیکن مرزائی حضرات اسے تسلیم نہیں کرتے۔بہرحال اس کی کتاب میں لکھا ہوا ہے:

یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر ونہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگیا۔میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی ...... اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ان ھذا لفی الصحف الاولی o صحف ابراھیم وموسی ﴾

یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے۔

[اربعین نمبر۴،ص:۶۔روحانی خزائن،ج:۱۷،ص:۴۳۵۔۴۳۶]

قادیان:

قادیان دجال کا مسکن ومولد ان کے ہاں مکہ ومدینہ کے برابر ہے اور جو برکات وہاں نازل ہوتی ہیں وہ یہاں بھی برستی ہیں۔جیسے یہ حرم ہے ویسے ہی قادیان بھی ہرم ہے۔بلکہ مکہ ومدینہ سے بڑھ کر اسے رتبہ دیا جاتا ہے۔

قادیانی خلیفہ کہتا ہے:میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکت نازل ہوتی ہے۔

[قول میاں محمود مندرجہ اخبار الفضل،۱۱دسمبر۱۹۳۲ء]

اپنی کتاب انوار خلافت میں یہی خلیفہ لکھتا ہے۔خدا تعالیٰ نے قادیان کو مرکز بنایا ہے اس لیے خدا تعالیٰ کے جو برکات اور فیوض یہاں نازل ہوتے ہیں اور کسی جگہ نہیں ہیں...... مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ جو لوگ قادیان نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہی رہتا ہے۔

[ص:۱۱۷ مصنفہ میاں محمود احمد]

یہاں تک ہی نہیں بلکہ قادیانی متنبّی کہتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے جو قرآن میں فرمایا ہے ﴿ ومن دخلہ کان امنا ﴾ یہ وصف میری قادیان کی مسجد کا بیان کیا ہے۔

[ازالہ اوہام،ص:۷۵]

ایک قادیانی خبیث لکھتا ہے کہ آنخضرت ﷺ کو جس مسجد اقصیٰ کی طرف معراج کرائی گئی وہ قادیان میں بجانب مشرق ہے جو مسیح موعود کی برکات اور کمالات کی تصویر ہے۔جو آنخضرت ﷺ کی طرف سے بطور موہبت ہے۔ [اخبار الفضل،۲۱اگست۱۹۳۳ء]



حافظ عبدالسلام بھٹوی سے اظہار تعزیت

محترم حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی حفظہ اللہ،مرکزی رہنما جماعۃ الدعوۃ پاکستان کی اہلیہ محترمہ کا گزشتہ دنوں انتقال پر ملال ہوا،انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کے جنازے میں شرکت کی غرض سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے علمائے کرام کا ایک وفد حضرت مولانا ابوبکر صدیق السّلفی (صدر دارالدعوۃ السّلفیہ،لاہور) کی معیت میں لاہور سے روانہ ہوا۔اس وفد میں مولانا مبشر احمد مدنی،پروفیسر مزمل احسن شیخ،قاری محمد عزیر،ڈاکٹر عبدالغفور راشد،قاری تاج الدین شاکر پتوکی اور راقم الحروف (مرزا عمران حمید) شامل تھے۔بعداز جنازہ مولانا بھٹوی حفظہ اللہ سے تعزیت کا اظہار بھی کیا گیا اور مرحومہ کی بلندئ درجات کے لیے دعا کی گئی۔

عمران حمید مرزا،وینس پرنٹنگ پریس
کیٹل پارک نزد یونین کونسل نمبر 37،اردو بازار۔لاہور

سوانح حیات شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ

عبداللہ بن بکر ابوزید ...... ترجمہ: عبدالرحمٰن، بلتستانی

شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ عالم اسلام کے عموماً اور المملکۃ العربیۃ السعودیۃ کے خصوصاً اصحاب الحدیث کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ مؤرخہ ۵ فروری ۲۰۰۸ء بروز منگل الریاض میں طویل علالت کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شیخ رحمہ اللہ مجمع الفقہی جدہ (سعودی عرب) کے سربراہ اور دارالافتاء کی لجنۃ الدائمۃ کے مستقل رکن تھے۔ عالم اسلام کو پیش آمدہ علمی مسائل کے حل میں وہ بالواسطہ بھی اور بلا واسطہ بھی شریک رہے۔

ایک عرصہ سے وہ اپنے استاذ گرامی جن کی علمی صحبت میں انھوں نے دس سال کا عرصہ گزارا، کی جملہ تصنیفات وتالیفات کی طباعت واشاعت، جو فضیلۃ الشیخ السلیمان الراجحی کے خرچ پر طبع ہورہی ہیں کی نگرانی کررہے تھے۔

ان کا اجمالی تعارف فی الحال الاعتصام بتوفیقہ تعالیٰ شائع کررہا ہے ان شاء اللہ جلد ہی ان کی سوانح اور علمی خدمات پر تفصیلی مضمون بھی شائع کیا جائے گا۔ [الاعتصام]

نام ونسب وپیدائش:

سلسلہ نسب: بکر بن عبداللہ ابوزید بن محمد بن عبداللہ بن بکر بن عثمان بن یحییٰ بن غیھب بن محمد ان کا نسب بنو زید الاعلیٰ تک جا پہنچتا ہے۔

اور وہ ہیں: زید بن سوید بن زید بن سوید بن زید بن حرام بن سوید بن القضاعی۔ شیخ حاضرۃ الوشم کے مقام پر جونجد کی بلندی پر ہے کے مشہور قبیلہ بنوزید القضاعیہ سے تھے اور اسی جگہ آپ سنہ ۱۳۶۵ھ کو پیدا ہوئے۔

علمی زندگی:

اپنے اسی آبائی گاؤں میں پرائمری کے ابتدائی دو سال پڑھنا لکھنا سیکھا پھر آپ ۱۳۷۵ھ میں ریاض منتقل ہوگئے اور وہاں آکر پرائمری کی تعلیم میں دوبارہ شامل ہوگئے۔ اس کے بعد یہیں میٹرک مکمل کیا۔ پھر کلیہ شریعہ میں داخل ہوئے یہاں تک کہ ۸۷۔۸۸ھ میں کلیہ شریعہ ریاض سے پہلی پوزیشن لے کر سند فراغت حاصل کی۔

۱۳۸۴ھ میں مدینہ منورہ منتقل ہوئے وہاں جامعہ اسلامیہ میں لائبریرین کی ذمہ داری سنبھالی۔ اپنی پڑھائی کے دوران مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ریاض کے متعدد علماء ومشائخ کے حلقوں سے استفادہ کرتے رہے۔

اس طرح انھوں نے میقاتِ حرم کا علم ریاض میں شیخ قاضی صالح بن مطلق سے سیکھا اور آپ نے مقامات حریری میں سے پچیس مقامات ان کو سنائے اور ان کو یاد بھی کرلیا اسی طرح فقہ میں زاد المستقنع للحجاوی میں سے صرف کتاب البیوع پڑھی۔

مکہ مکرمہ مسجد حرام میں انھوں نے اپنے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کو ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ میں المنتقی لابن تیمیہ سے کتاب الحج پڑھ کر سنائی۔

اسی طرح مسجد حرام کے مدرس شیخ سلیمان بن عبدالرحمٰن بن حمدان سے سند اجازہ مانگی اور انھوں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر ان کو سند اجازہ دی یہ سند تمام کتب حدیث اور مدّ نبوی پر مشتمل تھی۔

مدینہ منورہ میں انھوں نے اپنے شیخ، شیخ ابن باز کو ان کے گھر میں فتح الباری، بلوغ المرام اور بہت سے رسائل فقہ، توحید، حدیث

پڑھ کر سنائے آپ دو سال تک ان کے ساتھ رہے اور شیخ نے ان کو سند اجازہ دی۔

اسی طرح آپ اپنے شیخ، شیخ محمد امین شنقیطی کے ساتھ دس سال رہے جب سے آپ مدینہ منورہ منتقل ہوئے یہاں تک کہ شیخ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ میں وفات پا گئے۔ اس دوران ان پر ان ہی کی تفسیر اضواء البیان اور ان کا رسالہ آداب البحث والمناظرہ پڑھا اور آپ شیخ سے علم النسب حاصل کرنے میں منفرد تھے۔ آپ نے ان پر القصد والامم لابن عبدالبر اور کچھ حصہ انباہ کا بھی پڑھا اور ان پر اور بھی کچھ رسائل پڑھے اور آپ شیخ کے ساتھ مباحثہ بھی کرتے اور آپ ان سے بہت فائدہ بھی حاصل کرتے تھے۔

ان کے پاس اس طرح تقریباً بیس سند اجازہ تھیں جو حرمین، ریاض، مغرب، شام، ہند اور افریقا وغیرہ کے علماء پر مشتمل تھیں۔ شیخ نے ان کو ایک فہرست کی صورت میں جمع کر رکھا تھا۔

۱۳۹۹ھ۔ ۱۴۰۰ھ میں آپ نے معہد العالی للقضاۃ سے سند فراغت حاصل کی اس طرح آپ ایم۔ اے کے درجہ تک پہنچ گئے پھر ۱۴۰۳ھ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند بھی حاصل کر لی۔

علمی تگ وتاز:

جب ۸۷۔۸۸ھ میں کلیہ شریعہ سے فارغ ہوئے تو آپ کا انتخاب مدینہ منورہ میں بطور قاضی ہوا تو سربراہ مملکت کے حکم سے آپ کو مدینہ منورہ کا قاضی متعین کر لیا گیا۔ پھر آپ وہیں ۱۴۰۰ھ تک قاضی کی ذمہ داری سرانجام دیتے رہے۔

۱۳۹۰ھ میں مسجد نبوی کے اندر مدرس کے لیے آپ کا تعین کیا گیا سو یہ ذمہ داری بھی آپ نے ۱۴۰۰ھ تک ادا کی۔ پھر آپ کو ۱۳۹۱ھ میں سربراہِ مملکت کے حکم سے مسجد نبوی میں امام وخطیب متعین کیا گیا یہ ذمہ داری ۱۳۹۶ھ کی ابتداء تک آپ نے خوب ادا کی۔

۱۴۰۰ھ میں وزارت انصاف کے لیے جرنیل وکیل منتخب کیا گیا سو اس طرح مجلس وزراء کا تقرر عمل میں آیا۔ یہ ذمہ داری ۱۴۱۲ھ کے آخر تک آپ نے ادا کی اور اسی دوران سربراہِ مملکت کی طرف سے ان کو ایک نہایت ممتاز (اونچے) عہدہ پر مقرر کیا گیا اس طرح آپ لجنۃ الفتویٰ اور ہیئۃ کبار العلماء کے ایک رکن ہو گئے۔

۱۴۰۵ھ میں سربراہِ مملکت کے حکم سے حکومت کے فقہ اسلامی اکیڈمی میں نمائندگی پر متعین کیا گیا جو اسلامی کانفرنس کی طرف سے منعقد ہوتی ہے۔ اور انھیں اکیڈمی کا رئیس منتخب کر لیا گیا اور ۱۴۰۶ھ میں رابطہ عالم اسلامی میں مجمع فقہی کی رکنیت کے لیے تعین کیا گیا اور اسی دوران آپ اندرون اور بیرون مملکت مختلف مجالس اور کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ قضاء کے معہد عالی میں پڑھاتے بھی رہے۔ نیز کلیہ شریعہ ریاض میں بڑی کلاسز کو پڑھاتے رہے۔

تصنیفات:

حدیث، فقہ، لغت اور عمومی مسائل پر آپ کی بہت سی تالیفات ہیں جن کا کچھ حصہ طبع ہو چکا ہے جو یہ ہے:

اوّلاً: فقہ میں

فقہ القضایا المعاصرۃ۔ جدید فقہی پیش آمدہ مسائل یا فیصلے جو کہ تین جلدوں پر مشتمل ہے اس میں پندرہ فقہی مسائل ہیں جو پندرہ مستقل رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(١)...... التقنين والالزام۔ (٢)...... المواضعة فى الإصطلاح

(٣)...... أجهزة الإنعاش وعلامة الوفاة

(٤)...... طفل الأنابيب۔ (٥)...... خطاب الضمان البنكى

(٦)...... الحساب الفلكى۔ (٧)...... البوصلة۔ (٨)...... التأمين

(٩)...... التشريح وزراعة الأعضاء (١٠)...... تغريب الألقاب العلمية (١١)...... بطاقة الائتمان (١٢)...... بطاقة التخفيض

(١٣)...... اليوبيل (١٤)...... المثامنة فى العقار (١٥)...... التمثيل

(١٦)...... التقريب لعلوم ابن القيم۔ مجلد

(۱۷)...... الحدود والتعزيرات۔ مجلد

(۱۸)...... الجناية على النفس ومادونها۔ مجلد

(۱۹)...... اختيارات ابن تيمية للبرهان ابن القيم ۔ تحقيق

(۲۰)...... حكم الانتماء إلى الفرق والأحزاب والجماعات الاسلامية۔ مجلد (۲۱)...... معجم المناهى اللفظيه۔ مجلد

(۲۲)...... لا جديد فى احكام الصلاة (۲۳)...... تصنيف الناس بين الظن واليقين (۲٤)...... التعالم

(۲۵)...... حلية طالب العلم (۲٦)...... آداب طالب الحديث من الجامع للخطيب (۲۷)...... الرقابة على التراث (۲۸)...... تسمية المولود (۲۹)...... أدب الهاتف (۳۰)...... الفرق بين حد الثوب والأزرة (۳۱)...... اذكار طرفى النهار

(۳۲)...... المدخل المفصل الى مذهب الامام احمد بن حنبل۔ مجلدات

(۳۳)...... البلغة فى فقه الإمام احمد بن حنبل للفخر ابن تيمية۔ مجلد تحقيق

(۳٤)...... فتوى السائل عن مهمات المسائل

ثانیاً: حدیث اور متعلقہ علوم

(۳۵)...... التأصيل لأصول التخريج وقواعد الجرح والتعديل (۳ جلد) (۳٦)...... معرفة النسخ والصحف الحديثة

(۳۷)...... التحديث بما لا يصح فيه حديث

(۳۸)...... الجد الحثيث فى معرفة ما ليس بحديث للغزى۔ تحقيق

الاجزاء الحديثيه۔ *اس میں پانچ رسائل ہیں وہ یہ ہیں:*

(۳۹)...... مرويات دعا ختم القرآن الكريم ۔ جزء

(٤۰)...... نصوص الحوالة ۔ جزء

(٤۱)...... زيارة النساء للقبور ۔ جزء

(٤۲)...... مسح الوجه باليدين بعد رفعها بالدعاء ۔ جزء

(٤۳)...... ضعف حديث العجن ۔ جزء

ثالثاً: عمومی مسائل۔

النظائر: مجلد۔ یہ چار مختلف رسائل پر مشتمل ہے۔

(٤٤)...... العزاب من العلماء وغيرهم (٤۵)...... التحول المذهبى (٤٦)...... التراجم الذاتيه (٤۷)...... لطائف الكلم فى العلم (٤۸)...... طبقات النسابين۔ مجلد (٤۹)...... ابن القيم: حياته، آثاره، موارده۔ مجلد

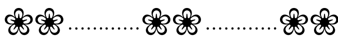
(الردود) ایک جلد میں یہ پانچ رسائل پر مشتمل ہے۔

(۵۰)...... الرد على المخالف (۵۱)...... تحريف النصوص

(۵۲)...... براء ة اهل السنه من الوقيعة فى علماء الامة

(۵۳)...... عقيدة ابن ابى زيد القيروانى وعبث بعض المعاصرين بها (۵٤)...... التحذير من مختصرات الصابونى فى التفسير (۵۵)...... بدع القراء ۔ رساله (۵٦)...... خصائص جزيرة العرب (۵۷)...... السحب الوابلة على ضرائح الحنابله (۳ جلد) للشيخ محمد بن عبدالله بن حميد مفتى حنابله بمكه متوفى سنه ۱۲۹٦ھ مشترك تحقيق (۵۸)...... تسهيل السابله إلى معرفة علماء الحنابله (۲ جلد) للشيخ صالح بن عبدالعزيز بن عثيمين المكى ۔ تحقيق (۵۹)...... علماء الحنابله من الإمام أحمد الى وفيات القران الخامس عشر الهجرى (مجلد) *الأعلام للزرکلی کے طریقہ پر*

(٦۰)...... دعاء القنوت (٦۱)...... فتح الله الحميد المجيد فى شرح كتاب التوحيد للشيخ حامد بن محمد الشارقى ۔ مجلد تحقيق (٦۲)...... نظرية الخلط بين الاسلام وغيره من الاديان (٦۳)...... تقريب آداب البحث والمناظرة (٦٤)...... جبل إلال بعرفات۔ *تاریخی وشرعی تحقیق* (٦۵)...... مدينة النبى ﷺ رأى العين (٦٦)...... قبة الصخرة ۔ *عمارت اوراس میں جو ترمیم ہوتی رہی اس کی تاریخ۔*



جناب طالب الہاشمی وفات پا گئے

معروف سیرت نگارِرسول واصحاب کرام (علیہم السلام) علمی ودینی حلقوں کی جانی وپہچانی شخصیت جناب طالب الہاشمی ۱۶/ اور ۱۷/فروری ۲۰۰۸ء کی درمیانی شب رات ایک بجے وفات پا گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

مرحوم ایک صالح طبیعت اور تاریخی شخصیت تھے۔ انھوں نے صحابہ کرام وصحابیات رضوان اللہ علیہم کی سیرت پر بے شمار کتب مرتب فرمائیں۔ ان کی صحت بالکل ٹھیک تھی۔ اچانک ہی وقت موعود آنے پر اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

دعا ہے اللہ کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام بلند سے نوازے۔ ان کی نماز جنازہ مولانا حافظ محمد ادریس صاحب نے پڑھائی اور موصوف کو اعوان ٹاؤن لاہور کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

اراکین ادارہ الاعتصام مرحوم کے لواحقین کے غم میں شریک ہیں اور ان کے بڑے بیٹے جناب عمران احمد سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ کی اہلیہ کا انتقال

محترم حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی حفظہ اللہ (مدیر مرکز طیبہ مرید کے) کی اہلیہ محترمہ ۱۵۔فروری ۲۰۰۸ء بروز جمعہ وفات پا گئیں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

مرحومہ روزنامہ ایکسپریس کے ایڈیٹر جناب عبداللہ طارق سہیل کی ہمشیرہ تھیں۔ بڑی صالحہ وعابدہ خاتون تھیں۔ ان کی وفات پر الاعتصام کے اراکین لواحقین سے تعزیت کرتے ہیں اور مغفرت کے لیے دعا گو ہیں۔

اللھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا الجنة الفردوس ... [ادارہ]

سیرت کانفرنس برائے خواتین

مدرسہ بنات الاسلام، امانت کالونی رحیم یار خان میں ۲۳ مارچ ۲۰۰۸ء بروز اتوار خواتین سیرت کانفرنس منعقد ہوگی۔ خواتین مبلّغات خطاب فرمائیں گی۔ اہل علاقہ کی خواتین مذکورہ پروگرام میں شرکت فرمائیں۔ [ناظمہ مدرسہ ہٰذا]

ضرورت رشتہ

ارائیں برادری سے ۴۳ سالہ آدمی، ذریعہ آمدن ڈرائیور، سرکاری ملازم، تعلیم انڈر میٹرک، پہلی بیوی فوت، ۳ بچے، کے لیے مسلک اہل حدیث سے وابستہ کنواری، بیوہ یا مطلقہ خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ ذات وبرادری کی قید نہیں۔ ضرورت مند رابطہ کریں۔ [رابطے کے لیے فون نمبر: 0300-4461416]